عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

”اختلاف رائے“ اعتدال برقرار رکھیں

جلد: ۴۲ | ۱۳ تا ۱۹ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق یکم تا ۷ اگست ۲۰۲۳ء | شمارہ: ۲۹

رحمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند گوشے

قادیانیوں کا ”سیّد“ لقب استعمال کرنا

قادیانی مسئلہ
دستوری و قانونی حقائق

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

وراثتی مکان کی تقسیم

سوال:..... ہم چار بھائی اور پانچ بہنیں ہیں، والد اور والدہ کا انتقال ہوچکا ہے اور گھر والدہ کے نام ہے اور والدہ کے سامنے سب سے بڑی بہن کا انتقال ہوچکا تھا۔باقی ایک بہن کی اولاد نہیں ہے،اس مکان کی تقسیم کس طرح ہوگی اور جس بہن کی اولاد نہیں ہے،ان کو حصہ کس طرح دیا جائے گا؟ والدصاحب کی زندگی میں، میں نے کاروبار میں لگانے کے لئے پلاٹ بیچے تھے اور بعد میں بہنوں کو بھی اس میں سے شرعی حصہ دیا گیا ہے۔جس گھر کی تقسیم کی بات ہے، اسی گھر میں ہم بھائیوں کی رہائش ہے اور آمدنی کا ذریعہ بھی دکانیں ہیں۔

سوال:..... تقسیم کس طرح ہوگی؟

سوال:.... ہم اپنی سہولت کے مطابق بہنوں کو حصہ دے سکتے ہیں؟

سوال:..... جس بہن کی اولاد نہیں ہے،ان کا کیا حصہ بنتا ہے؟

ج:..... صورت مسؤلہ میں یہ گھر اگر آپ کے والد نے ہبہ کے ذریعہ بطور ملکیت آپ کی والدہ کو دے دیا تھا، محض کاغذوں میں نام نہیں کیا تھا اور آپ کی والدہ نے اس پر اپنا قبضہ کرلیا تھا تو یہ گھر آپ کی والدہ کی ملکیت شمار ہوگا اور ان کے ترکہ میں تقسیم ہوگا۔لیکن اگر محض کاغذوں میں نام کیا تھا اور اصل مالک آپ کے والد ہی تھے تو یہ ان کے ترکہ کے طور پر تقسیم ہوگا، مرحومہ بیٹی بھی شامل ہوگی۔ ورثا میں سے جس کا انتقال مرحوم یا مرحومہ کی زندگی میں ہوجائے وہ وراثت میں شامل نہیں ہوتا، ہاں! اگر کوئی اپنے مرحوم بیٹے یا بیٹی کی اولاد کے لئے وصیت کردے جو کہ وارث نہ بن رہے ہوں تو ان کے حق میں وصیت نافذ ہوجائے گی اور ان کی وصیت کو ایک تہائی مال میں سے پورا کیا جائے گا۔لہٰذا اگر آپ کی والدہ نے اپنی مرحومہ بیٹی کی اولاد کے لئے ایسی کوئی وصیت کی ہے تو بس وہی نافذ ہوگی۔ترکہ میں مرحومہ بیٹی شامل نہیں ہوگی، اس لئے آپ کی والدہ مرحومہ کے ترکہ کو شرعاً 12 حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جس میں سے 2,2 حصہ ہر ایک بیٹے کے اور ایک ایک حصہ ہر ایک بیٹی کو ملے گا۔

یہ دکانیں اور کاروبار اگر آپ کے والد مرحوم کا تھا اور آپ سب بھائی مل کر کاروبار میں ان کی مدد کیا کرتے تھے تو ان کے انتقال کے بعد اس کو بھی تمام ورثا میں تقسیم کیا جائے گا۔اگر آپ کی بڑی بہن کا انتقال والد کے انتقال کے بعد ہوا ہے تو وہ بھی والد کے ترکہ میں شامل ہے۔لہٰذا آپ کے والد کے کُل ترکہ کو شرعاً 104 حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جس میں سے 13 حصے بیوہ کے اور 14,14 حصے مرحوم کے ہر ایک بیٹے کے جبکہ 7,7 حصے مرحوم کی ہر ایک بیٹی کے ہوں گے۔

یاد رہے کہ والدین کے انتقال کے فوراً بعد ہی ہر ایک وارث کو اس کا شرعی حصہ دے دینا ضروری ہے، چاہے کوئی اپنے حصہ کا مطالبہ کرے یا نہ کرے۔اگر کوئی اپنے حصہ کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ حق بجانب ہے، اس میں کوئی عار نہیں ہے۔ترکہ تقسیم کرنے میں بلاوجہ تاخیر کرنا یا ٹال مٹول سے کام لینا یا اپنا فائدہ دیکھنا اور دوسرے کو تکلیف دینا گناہ کبیرہ، حرام اور ناجائز ہے، اس لئے ساری بہنوں کو ان کا حصہ فوری دے دیا جائے۔جس بہن کی اولاد نہیں ہے اس کا حصہ دینا بھی ضروری ہے، اس کے انتقال کے بعد جو بھی اس کے وارث ہوں گے، ان کو مل جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

جلد:۴۲ ۱۳ تا ۱۹ / محرم الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق یکم تا ۷ / اگست ۲۰۲۳ء شمارہ:۲۹

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

اس شمارے میں!

عنوان	صفحہ	مصنف
قادیانیوں کا ’’سیّد‘‘ لقب استعمال کرنا......	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
رحمتِ نبوی کے چند گوشے	۹	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۲	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشاؒ
اختلاف رائے میں اعتدال برقرار رکھیں	۱۶	سعد مذکر قاسمی
قادیانی مسئلہ اور دستوری، قانونی حقائق	۱۹	محمد عرفان ندیم
سالانہ تحفظ ختم نبوت کورس، کراچی	۲۱	رپورٹ: مولانا محمد عبداللہ چھرزئی
دعوتی و تبلیغی اسفار	۲۳	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
اجلاس مجلس منتظمہ	۲۷	〃 〃 〃 〃

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقامِ اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ و سال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط: ۴۳

فصل:.... ۵ھ کے غزوات

غزوۂ بنی قریظہ:

۴:..... اسی سال، غزوۂ خندق کے فوراً بعد، غزوۂ بنی قریظہ ہوا، بنوقریظہ یہودی تھے، جو مدینہ کے قریب آباد تھے، انہوں نے بدعہدی کی تھی اور حلف و پیمان توڑ ڈالا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳ رذی القعدہ بروز بدھ ان کی طرف روانہ ہوئے، اور اسی دن غزوۂ خندق سے تشریف لائے تھے، غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ کے مابین، بس اتنا فاصلہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار اُتارے اور سفر کے گردوغبار کی خاطر غسل فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی تھی کہ اتنے میں جبریل علیہ السلام تشریف لائے، اور عرض کیا: ''آپ نے ہتھیار اُتار دیئے، واللہ! ہم نے ابھی تک نہیں اُتارے، ہمیں اور آپ کو بنوقریظہ سے قتال کا حکم ہوا ہے۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم فرمایا کہ مدینہ میں اعلان کردے:

''اَلَا لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْعَصْرَ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ۔''

ترجمہ:..... ''خبردار! کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ پہنچ کر۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے چلے اور ابن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں قائم مقام مقرّر کیا، لشکر میں چھتیس گھوڑے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیّس دن تک یا اس سے کم ان کا محاصرہ کئے رکھا، وہ محاصرے سے تنگ آگئے تو انہوں نے سعد بن معاذ کے فیصلے پر اُترنا منظور کیا، جاہلیت میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ان کی دوستی اور دِفاعی معاہدہ رہا تھا، سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا کہ ان کے لڑاکے قتل اور بیوی بچے قید کئے جائیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لڑنے والوں کے قتل کا حکم دیا، جو آٹھ نو سو کے درمیان تھے، اور ان کی عورتوں اور بچوں کو حراست میں لیا، اور ۷ یا ۵ رذی الحجہ کو مدینہ واپسی ہوئی۔ ان سے حاصل شدہ مالِ غنیمت کا خمس نکال کر باقی ۴/۵ مسلمانوں میں تقسیم فرمایا۔ اس کی تفصیل یہ ہے: پندرہ سو تلواریں، تین سو نیزے، پانچ سو کمانیں اور ڈھالیں، اور بہت سے مویشی۔ چونکہ غزوۂ اَحزاب اور غزوۂ بنوقریظہ ساتھ ساتھ ہوئے تھے، اس لئے بعض نے ان کو ایک ہی شمار کیا، اور ایک کے واقعات کو دُوسرے میں ذکر کردیا، فتدبر! پندرہ سو تلواریں، تین سو نیزے، پانچ سو کمانیں اور ڈھالیں، اور بہت سے مویشی۔ چونکہ غزوۂ اَحزاب اور غزوۂ بنوقریظہ ساتھ ساتھ ہوئے تھے، اس لئے بعض نے ان کو ایک ہی شمار کیا، اور ایک کے واقعات کو دُوسرے میں ذکر کردیا، فتدبر!

(جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

قادیانیوں کا ''سیّد'' لقب استعمال کرنا اور ''اہلِ بیت'' کا مصداق کون؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دارالافتاء میں ایک استفتاء آیا تھا، جس کا درج ذیل جواب دیا گیا۔ افادۂ عام کی غرض سے سوال وجواب ہفت روزہ ختم نبوت کے اداریہ کے طور پر اسے ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

س:.... ہم نے سٹی کورٹ تھانے میں قادیانی وکیل علی احمد طارق پر بمع شواہد دو مقدمات درج کروائے ہیں۔ دونوں مقدمات باقاعدہ منظور شدہ امتناع قادیانیت آرڈی نینس ۱۹۸۴ء کے تحت شعائرِ اسلام کے استعمال کے سبب اس قادیانی وکیل پر دفعہ ۲۹۸ بی کے تحت لگائے گئے ہیں۔ ہم نے یہ بنیادی موقف اپنایا کہ یہ شخص پکا قادیانی ہونے کے باوجود خود کو سیّد لکھتا اور کہتا ہے۔ مقدمے کے اندراج کے کارروائی کے بعد عدالتوں میں کیس زیر سماعت رہے اور سماعت کے اختتام پر سندھ ہائیکورٹ کے جج نے جو فیصلہ دیا، اس میں انہوں نے چند سوالات درج کئے ہیں، جس میں علمائے کرام سے راہنمائی طلب کی گئی ہے۔

ہائیکورٹ کے فیصلے کی اصل کاپی ہمارے سوال نامے کے ساتھ موجود ہے اور ساتھ میں موجود ان سوالات کا ترجمہ حاضر خدمت ہے:

ہائیکورٹ کے سوالات کا ترجمہ:

''شکایت کنندہ کے وکیل کی طرف سے یہ دلیل اٹھائی گئی کہ سیکشن ۲۹۸ پی پی سی (سی) بی۔ تحت احمدیہ مذہب کا دعویٰ کرنے والا فردِ جرم کا ارتکاب کرے گا، اگر وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان (اہلِ بیت) کے علاوہ کسی دوسرے شخص یا کسی فرد کو اہلِ بیت مخاطب کرے یا حوالہ دے، لہٰذا وکیل کا کہنا ہے کہ لفظ ''سیّد'' کا استعمال درخواست گزار کو فوجداری قانون کے تحت ذمہ دار بناتا ہے۔ سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ کسی بھی وکیل نے یہ بتانے کی کوشش نہیں کی کہ فقرہ اہلِ بیت کا اصل مطلب کیا ہے؟ اصل میں اہلِ بیت کے دائرے میں کون آیا؟ اس کے تاریخی ماخذ کیا ہیں، یہ جملہ قرآن پاک میں کتنی بار آیا ہے؟ کن آیات میں اس کا استعمال ہوا ہے؟ اس بارے میں علمائے کیا فرماتے ہیں؟ اس سلسلے میں ایک مخصوص استفسار پر بھی وکیل اس پر واضح نہیں تھے۔

عدالت کی تھوڑی سی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت کا لفظ قرآن مجید کی تین آیات میں آیا ہے: سورۂ ھود کی آیت: ۷۳، سورۂ قصص کی آیت: ۱۲، اور سورۂ احزاب کی آیت: ۳۳۔

اس موضوع پر بنیادی ابتدائی پڑھائی سے یقینی طور پر پتہ چلتا ہے کہ اصل میں اہلِ بیت کون ہے، اس کا جواب دینا کوئی آسان سوال نہیں ہے۔ تاریخی طور پر، مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اسلامی علماء کی صرف جزوی طور پر متفقہ رائے ہے کہ اہلِ بیت کے دائرہ میں کون آتا

ہے، مذہبی افکار کے مختلف مکاتب فکر نے اہلِ بیت کے اندر آنے والے لوگوں کے مختلف دائرہ کار بیان کئے ہیں۔ بطور استدلال، اپنے نام کے ساتھ لفظ سیّد استعمال کرنے کا حقدار کون ہے اور اس لفظ کا اصل معنی کیا ہے؟ اس کی تشریح کی ضرورت ہے۔ دوسرے کی رائے پر غور کئے بغیر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ عربی محاورہ اہل بیت کے حقیقی معنی اور مفہوم اور مذہبی نقطۂ نظر سے اس کا اطلاق کے لئے اسلام کا گہرا علم درکار ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا جواب وکلا کے دلائل سننے اور پھر چند گھنٹوں کی تحقیق کے بعد دیا جاسکتا ہے تو یہ انتہائی فریب ہوگا۔ یہ ''مل کرمنل'' کیس کا میدان نہیں ہے بلکہ یہاں (یعنی اس مقدمے میں) چالان پر گواہ علمائے دین ہوں گے۔ ضمانت کی درخواست کی سماعت کے دوران اس معاملے پر اتفاق رائے پر نہیں پہنچ سکتی، میں دریافت کے اس سفر کو شروع کرنے میں بھی زیادہ ہچکچاہٹ محسوس کروں گا، کیونکہ میرا ماننا ہے کہ یہ مسئلہ علمائے دین کے ایک تسلیم شدہ ادارے کی رائے دینے کا ہے جن کی تعلیم علم، تجربہ اور حکمت اس طرح کے حساس اور پیچیدہ مسائل پر ضروری ہے۔ علمائے دین کی مدد کے بغیر جملہ اہل بیت کے معنی اور دائرے کا فیصلہ کرنا یا مشابہت کرنا اس فیصلہ کے مترادف ہوگا جس میں عدالت تجربہ کار ڈاکٹروں پر مشتمل میڈیکل بورڈ بنائے بغیر اس بات کا تعین کرے کہ آیا ایک سرجن نے ٹیومر ہٹانے کے آپریشن میں لاپرواہی کی تھی۔

علمائے دین کی تسلیم شدہ باڈی کے اس فیصلے پر پھر پارلیمنٹ اور عدالتوں کو نظر ثانی سے مشروط کیا جانا چاہئے۔ اس مسئلے کی اہمیت اتنی ہی ہے۔ یہ مسئلہ گہری سوچ اور اسلامی علم وحکمت کا متقاضی ہے۔ اس فقرے کا جو مفہوم دیا گیا ہے، اس کے قومی اور بین الاقوامی سطح پر ملک کے لئے دوررس نتائج ہوسکتے ہیں، اس لئے زیادہ سے زیادہ احتیاط اور احتیاط کی ضرورت ہے۔''

براہ کرم قرآن وحدیث واقوالِ ائمہ وفقہ کی روشنی میں راہنمائی فرمائے گا کہ جن آیات کا حوالہ عدالت کی جانب سے دیا گیا ہے، مفسرین کرام کے نزدیک ان کی کیا تفصیلات ہیں؟ اور یہ کہ ۱۹۷۳ء میں آئین پاکستان کے تحت قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کے بعد ۱۹۸۴ء کے امتناع قادیانیت آرڈی نینس میں قادیانیوں پر جو پابندیاں لگائی گئیں تو کیا وہ خود کو سیّد کہہ سکتے ہیں یا مسلمانوں کے لئے وضع کی گئی تمام شرعی اصطلاحات یا شعائر اسلام استعمال کرسکتے ہیں؟ ان سوالات پر حکم شرعی کیا ہے؟ نیز یہ کہ کیا کوئی غیر مسلم یا قادیانی یا بعد میں مذہب تبدیل کرلینے یا حد کفر وارتداد تک پہنچنے والا خود کو سیّد کہہ سکتا ہے یا لکھ سکتا ہے؟ اور سیّد کا اطلاق کس کس پر ہوتا ہے؟ براہِ کرم راہنمائی فرمایئے، جزاکم اللہ خیراً۔

سائل

مدعی مقدمہ: محمد اظہر قادری ایڈوکیٹ

تاریخ: ۳؍جون ۲۰۲۳ء بروز ہفتہ

سوال کے جواب سے قبل بطورِ تمہید دو امور معلوم ہونے چاہئیں:

۱:... جو علامات، اصطلاحات اور اعلانات: اسلام اور اہل اسلام کی شناخت اور پہچان شمار ہوتے ہیں، انہیں شعائرِ اسلام کہا جاتا ہے، جیسے: ارکانِ اسلام، اذان، نبوت، صحابیت، اہل بیت، سیّد، مسجد، مینار اور درود وسلام وغیرہ۔

۲:... اسلامی ممالک میں مسلم اور غیر مسلم برادری کے درمیان امتیاز قائم رکھنے کے لیے غیر مسلموں کو مسلمانوں والی شخصی، سماجی اور مذہبی شناختیں اختیار کرنا: قانون، انتظام اور شریعت کی رُو سے جائز نہیں ہے۔

بنابریں واضح رہے کہ ہمارے ہاں ''سیّد'' اور ''سادات'' کا لفظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان خاندانی اور خونی رشتہ داروں

(بالخصوص اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہم) کے لیے استعمال ہوتا ہے جو خاتم النبیین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو دین، بلکہ آخری دین کے طور پر دل وجان سے مانتے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے آپ کے خاندان کا یہ اعزاز ہے، یہ اعزاز دینی بھی ہے اور نسبی بھی ہے، دین سے عاری یا نبی کے نسب سے تعلق نہ رکھنے والوں کے لیے ’’سیّد‘‘ کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے۔

’’اہل بیت‘‘ کے لغوی معنی ہیں: گھر والے۔ جیسا کہ اردو محاورے میں بھی یہ لفظ مستعمل ہے، گھر والوں سے مراد ہوتا ہے: بیوی، بچے اور والدین۔ قرآن کی کریم میں بھی یہ لفظ ان معنوں میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر: ۳۳

’’إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۔‘‘

ترجمہ: ’’اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے نبی کے گھر والو! اور ستھرا کر دے تم کو ایک ستھرائی سے۔‘‘

اس آیت میں ’’اہل بیت‘‘ کا لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات کے لئے استعمال ہوا، جو کہ تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں، اس کو عربی زبان میں امہات المومنین کہا جاتا ہے۔ اس پر تمام مفسرین کا اجماع ہے، کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر ص:۱۶۹، ج:۵ میں حضرت ابنِ عباسؓ کے حوالہ سے مذکور ہے کہ یہ آیت خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب کہ احادیث نبویہ کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ ’’اہل بیت‘‘ کے مفہوم میں ازواج مطہرات کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد بھی شامل ہے۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی، میں اس وقت دروازے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی، میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں اہل بیت سے نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ: تم تو بہتر طور پر ہو، تم ازواج النبی میں سے ہو۔ فرماتی ہیں کہ اس وقت گھر میں حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسن وحسینؓ بھی موجود تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، ص:۱۷۲، ج:۵)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت: ’’ندع ابنائنا وابناء کم‘‘ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرات حسن وحسینؓ کو بلوایا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت میں سے ہیں۔ (مشکوٰۃ، ص:۵۶۸)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم خود ’’سیّد‘‘ ہیں، اور آپ نے ’’سیّد‘‘ کا لفظ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، اور حضرات حسنؓ وحسینؓ کے لیے ارشاد فرمایا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل کا سلسلہ آپ کی صاحب زادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے چلا ہے، اسی لیے آپ کی اولاد کو سیّد کہا جاتا ہے: حضرت علیؓ کو سیّد العرب ارشاد فرمایا: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَعَلِيٌّ سَيِّدُ الْعَرَبِ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ. وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ.

ترجمہ: ’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور علیؓ عرب کے سردار ہیں۔ اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔‘‘ (الحدیث رقم 126: أخرجہ الحاکم فی المستدرک، 3/ 133، الحدیث رقم: 4625، والطبرانی فی المعجم الأوسط، 2/ 127، الحدیث رقم: 1468، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 9/ 116.)

ایک حدیث میں حضرت فاطمہؓ کو سیّدۃ النساء ارشاد فرمایا گیا: قَالَ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ): يَا فَاطِمَةُ! أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ؟.

ترجمہ: ’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہؓ! کیا آپ اس پر خوش نہیں کہ آپ اہل ایمان عورتوں کی سردار ہیں، یا آپ

اس امت کی خواتین کی سردار ہیں۔‘‘ (بخاری،رقم:6286-6285)

قَالَتْ: أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ... أَنِّي سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

ترجمہ: ’’حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خبر دی کہ میں اہل جنت کی خواتین کی سردار ہوں۔‘‘ (ترمذی،رقم:3873)

حضرت حسنؓ کو ’’سیّد‘‘ ارشاد فرمایا: أَبُو بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ يَقُولُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ... وَيَقُولُ: إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ۔

ترجمہ: ’’حضرت ابوبکرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر تشریف فرما دیکھا، اور حضرت حسن بن علی آپ کے برابر میں بیٹھے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔‘‘ (بخاری،رقم:2704)

حضرات حسنؓ وحسینؓ کو ’’سیّد‘‘ ارشاد فرمایا: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

ترجمہ: ’’حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرات حسن وحسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔‘‘ (ترمذی،رقم:3768)

اسی طرح سورۃ ہود کی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت سارہ مخاطب ہیں اور سورۃ القصص کی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ مراد ہیں، اس میں بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ ’’اہل بیت‘‘ کے معنی مراد لینے میں شدید اختلاف ہے، ظاہر ہے کہ درست نہیں ہے۔

قادیانی یا مرزا قادیانی کے دوسرے پیروکار زیر دفعہ ۲۹۸ بی تعزیرات پاکستان کے تحت کچھ مخصوص کلمات مثلاً: ’’امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، صحابی یا اہل بیت‘‘ وغیرہ کا استعمال نہیں کرسکتے۔ تاہم یہ مذکورہ ممنوعہ کلمات قادیانیوں کو اس بات کا لائسنس نہیں دے دیتے کہ وہ اس قسم کے دیگر مشابہ کلمات یا شعائر اسلام استعمال کرتے پھریں، جیسا کہ: لفظ ’’سید‘‘ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے لیے عموماً بولا جاتا ہے، جس کا تعلق سید خاندان سے ہو۔ اگر کوئی قادیانی واقعتاً سید ہو تو بھی وہ مرزا قادیانی کو نبی ماننے کی وجہ سے مرتد اور غیر مسلم ہوگا اور اس کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے منقطع ہوجائے گا، جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے اس بیٹے کے بارے میں جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں اسے حضرت نوح علیہ السلام کے اہل سے خارج کردیا اور فرمایا: ’’یَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ‘‘... فرمایا: اے نوح! وہ نہیں تیرے گھر والوں میں، اس کے کام ہیں خراب... (سورۃ ھود:۴۶)

چنانچہ قادیانیوں کے لیے ’’سید‘‘ جیسے الفاظ وجملے جو کہ مسلمانوں کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز ومکرم خاندان کے لئے استعمال ہونا شائع وذائع ہے اور کہیں بھی یہ الفاظ کندہ دیکھ کر ہمیشہ ذہن مسلمانوں ہی کی جانب منتقل ہوتا ہے، ایسے لفظ کا استعمال کسی غیر مسلم کے لئے قطعاً درست نہیں ہے اور ان کے لیے شعائر اسلام کا استعمال کرنا شرعی لحاظ سے حرام اور تعزیرات پاکستان کی رو سے جرم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

رحمتِ نبوی کے چند گوشے

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

قرآن مجید میں پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف صفات کا ذکر آیا ہے، یہ تمام صفات اپنی جگہ اہم ہیں اور آپ کے محاسن کو ظاہر کرتے ہیں، لیکن ان میں سب سے اہم صفت یہ ہے کہ آپ کو تمام عالم کے لئے رحمت قرار دیا گیا، وما أرسلنک الا رحمة للعالمین، (الانبیاء:۱۰۷) اس تعبیر کی وسعت اور ہمہ گیری پر غور فرمایئے کہ آپ کی رحمت مکان و مقام کی وسعت کے لحاظ سے پوری کائنات کو شامل ہے اور زمانہ و زمان کی ہمہ گیری کے اعتبار سے قیامت تک آنے والے عرصہ کو حاوی ہے، یہ کوئی معمولی دعویٰ نہیں، اور شاید ہی تاریخ کی کسی شخصیت کے بارے میں ایسا دعویٰ کیا گیا ہو، یہ دعویٰ جتنا عظیم ہے اسی قدر واقعہ کے مطابق بھی ہے، آپ کی رحمت کا دائرہ یوں تو پوری کائنات تک وسیع ہے، زندگی کے ہر گوشہ میں آپ کا اسوہ رحمت کا نمونہ ہے، لیکن اس وقت انسانیت پر آپ کی رحمت کے چندخاص پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

ان میں پہلی بات یہ ہے کہ آپ نے انسانیت کو وحدت الٰہ کا تصور دیا، خدا کو ایک ماننا بظاہر ایک سادہ سی بات معلوم ہوتی ہے، لیکن بمقابلہ الحاد و انکار اور شرک و مخلوق پرستی کے یہ ایک انقلابی عقیدہ ہے، خدا کا انکار انسان کو غیر ذمہ دار، گناہوں کے بارے میں جری اور مادہ پرست بنا دیتا ہے؛ کیوں کہ اسے جواب دہی کا کوئی خوف نہیں ہوتا اور دنیا اس کے لئے محض عشرت کدۂ حیات ہوتی ہے، گویا انسان خدا کی بندگی سے آزاد اورلذت وعیش کا غلام بن جاتا ہے، شرک انسانیت کی تذلیل ہے، کیوں کہ مشرک ادنیٰ سے ادنیٰ شیٔ کے سامنے بھی پیشانی جھکانے میں کوئی حیا محسوس نہیں کرتا، مشرک خدا کے بجائے مخلوق سے نفع و نقصان کی اُمیدیں وابستہ کرلیتا ہے، اس لئے اس میں توہم پرستی پیدا ہوتی ہے، اسے قدم قدم پر نحس اور بے برکتی کے خطرات پریشان کرتے رہتے ہیں اور معمولی چیزوں کے خوف سے بھی اس کا دل بیٹھا رہتا ہے، اللہ کے ایک ہونے کے تصور سے انسانیت کی تکریم اور اس کا اعزاز متعلق ہے، یہ اس بات کا اعلان ہے کہ اس کی پیشانی غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے ماوراء ہے اور خدا نے اس کو پوری کائنات پر فضیلت بخشی ہے، اسی لئے قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ نے فرشتوں سے بھی حضرت آدم کو سجدہ کرایا، اور اس طرح انسانی کرامت و شرافت کو ظاہر فرمادیا، عقیدۂ توحید نے انسانیت کو اوہام پرستی سے نجات دلایا؛ کیوں کہ توحید پر ایمان رکھنے والا اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ مخلوق اسے نفع ونقصان پہنچانے سے عاجز ہے، توحید کا عقیدہ انسان کے اندر خدا کی محبت اور خدا کا خوف پیدا کرتا ہے اور یہ خشیت اور خدا کے راضی کرنے کا جذبہ فرائض کی ادائیگی اور ذمہ داری کا احساس پیدا کرتی ہے اور وہ دنیا کو قصر عشرت سمجھنے کے بجائے محل امتحان سمجھ کر پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے، اس لئے توحید کا عقیدہ انسانیت کے لئے بہت بڑی نعمت اور سامان رحمت ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسانیت کو حاصل ہوا۔

گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی انبیاء نے توحید کی تعلیم دی اور بہت سے مصلحین نے بھی شرک کی تردید وانکار کا فریضہ انجام دیا، لیکن حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک ہمیشہ انسانیت پر مشرکانہ فکر کا غلبہ رہا، یہاں تک کہ جو مذاہب توحید کا علم لے کر اُٹھے، وہ خود بھی شرک کے رنگ میں رنگ گئے، یہودی اصلاً موحد تھے، لیکن یہود کے بعض فرقوں نے حضرت عزیر کو خدا کا شریک قرار دیا، عیسائیوں نے تو حضرت مسیح کی الوہیت کو اپنے عقیدہ کا بنیادی جزو ہی بنالیا، ہندو مذہب میں بھی توحید کا عنصر موجود ہے، مگر انھوں نے خود اپنے لاتعداد خدا تخلیق کر لئے، بودھ مذہب کی بنیاد مذہب کے شارحین کے خیال کے مطابق خدا کے انکار پر ہے، لیکن بودھ مذہب کے متبعین نے خود بودھ جی کی پرستش شروع کردی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی فکر کو اس طرح غالب فرمایا کہ وہ قیامت تک کے لئے ایک غالب فکر بن گئی، یہاں تک کہ جن مذاہب کی

اساس شرک پر تھی، ان میں بھی ایسی تحریکات اٹھیں جو توحید کی داعی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ رحمت کا دوسرا مظہر ''انسانی وحدت'' کا تصور ہے، آپ کی بعثت سے پہلے قریب قریب دنیا کی تمام تہذیبوں اور مذاہب میں انسان اور انسان کے درمیان تفریق اور کچھ لوگوں کے پیدائشی طور پر معزز اور کچھ لوگوں کے حقیر ہونے کا تصور موجود تھا، یہودی اسرائیلی اور غیر اسرائیلی میں تفریق کرتے تھے اور جو لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے ہوں ان کو پیدائشی طور پر افضل و برتر جانتے تھے، ایران کے لوگوں کا خیال تھا کہ جو لوگ بادشاہ کی نسل سے ہوں وہ خدا کے خاص اور مقرب بندے ہیں بلکہ خدا کا کنبہ ہیں، ہندوستان کا حال تو شاید سب سے خراب تھا کہ انسانیت کو مستقل طور پر چار طبقوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا، کچھ لوگوں کے بارے میں تصور تھا کہ وہ خدا کے سر سے پیدا کئے گئے ہیں، کچھ لوگ خدا کے بازو سے، کچھ کی پیدائش خدا کے ران سے ہوئی ہے اور کچھ کی پاؤں سے، یہ برہمن، ویش، کھتری اور شودر کہلاتے تھے، شودر انتہا بدقسمت گروہ تھا کہ تاریخ عالم میں شاید ہی ایسی اجتماعی اور قومی مظلومیت کی مثال مل سکے، ان پر تعلیم کا دروازہ بند تھا، ان کے لئے کچھ ذلیل سمجھے جانے والے پیشے مخصوص تھے اور وہ اونچی ذاتوں کے لئے پیدائشی غلام سمجھے جاتے تھے، کم و بیش یہی حال دنیا کے مختلف علاقوں اور مختلف قوموں میں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی وحدت کا تصور پیش کیا اور پیدائشی طور پر افضل و برتر اور حقیر و کہتر ہونے کے تصور کو رد فرما دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اعلان کیا کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر محض رنگ و نسل کی وجہ سے کوئی فضیلت نہیں، بلکہ فضیلت کا معیار انسان کا تقویٰ اور اس کا عمل ہے، اس اعلان نے عرب کے معزز قبائل اور حبش و روم کے بلالؓ و صہیبؓ کو ایک صف میں کھڑا کر دیا، بلکہ یہ عجمی نژاد غلام جو کبھی حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، زعماء عرب کے لئے وجہ رشک بن گئے اور حضرت عمر فاروقؓ جیسے فرمانروا بھی انھیں اپنے ''سردار'' کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے، یہ آپ ہی کی تعلیمات کا نتیجہ ہے کہ اسلام کے پھیلنے کے ساتھ ہی تفریق و امتیاز کی زنجیریں کٹنے لگیں، انسانی مساوات کے نعرے ہر سُو بلند ہوئے اور دنیا کی مظلوم و مقہور قوموں کو پیدائشی غلامی سے آزادی نصیب ہوئی اور اگر کہیں کسی انسانی گروہ نے اپنی شقاوت اور جور و جفا سے اس ظلم کے سلسلہ کو جاری بھی رکھا، تو ان کو ہر طرف سے طعن و تشنیع کے الزام سننے پڑے اور مظلوموں کو ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کا موقع فراہم ہوا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عامہ کا ایسا پہلو ہے کہ کوئی صاحب بصیرت اسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔

اس وحدت انسانی کے تصور نے زندگی کے تمام شعبوں پر اپنا اثر ڈالا، تمام لوگوں کے لئے ہر طرح کے پیشہ کا دروازہ کھل گیا اور پیشوں کی تحقیر و تذلیل کا تصور ختم ہوا، علم کی روشنی عام ہوئی اور ہر ایک کے لئے تعلیم کا دروازہ کھلا، سماجی زندگی میں ہر ایک کے لئے باعزت طریقہ پر زندگی بسر کرنے کا موقع فراہم ہوا، جرم و سزا کے باب میں انصاف کا قائم کرنا ممکن ہوا اور ہر ایک کے لئے اپنی تہذیب اور اپنی روایات کا تحفظ ممکن ہو سکا، لیکن اس انسانی وحدت کے تصور نے سب سے زیادہ اثر سیاسی نظام پر ڈالا، اسلام سے پہلے پوری دنیا کے سیاسی اُفق پر ملوکیت کا تصور چھایا ہوا تھا اور اس کے مقابلہ میں کوئی اور نظام سیاست عملاً موجود نہیں تھا، ظہور اسلام کے وقت جتنی معلوم طاقتیں تھیں وہ سب ملوکیت کی نمائندہ تھیں، روم میں بادشاہت تھی، ایران میں بادشاہت تھی، حبش میں بادشاہت تھی، یمن میں بادشاہت تھی، ہند و چین کے علاقوں میں بھی چھوٹے بڑے راجا تھے، غرض پوری دنیا بادشاہت کے آمرانہ نظام اور پنجہ استبداد کے تحت تھی، یہاں تک کہ یونان کے فلاسفہ نے جس جمہوریت کا نقشہ پیش کیا تھا، اس میں بھی ''اشراف'' کی حکومت کا تصور تھا اور عام لوگوں کے اقتدار میں شرکت کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

اسلام نے انسانی وحدت اور مساوات کا جو تصور پیش کیا اس نے محض خاندانی بنیاد پر حکومت و اقتدار کے ارتکاز اور فرمانروائی کے تصور کو پاش پاش کر دیا اور جمہوریت کے تصور نے غلبہ حاصل کیا، چنانچہ آج صورت حال یہ ہے کہ پوری دنیا میں جمہوری نظام قائم ہے جو اسلام کے تصور خلافت سے مستعار اور اپنی بعض خامیوں کے باوجود انسانی وحدت و مساوات کا علمبردار ہے، یہاں تک کہ آج یا تو بادشاہت کا وجود ہی نہیں، یا ہے تو محض دستوری اور علامتی بادشاہت ہے، اور اگر کہیں جبراً آمرانہ ملوکیت باقی ہے تو وہ پوری دنیا کی نگاہ میں قابل تحقیر اور لائق ملامت ہے۔

رحمت نبوی کا تیسرا اہم پہلو علم کی حوصلہ افزائی ہے، آپ جس سماج میں تشریف لائے وہاں لوگ اس بات کو سرمایہ افتخار سمجھتے تھے کہ وہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے، وہ بہت ہی فخر کے ساتھ اپنے ''اُمّی'' ہونے کی بات کہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم و تعلم کی حوصلہ افزائی فرمائی اور علم کو بلا

امتیاز وتفریق ہر طبقہ کے لئے عام فرمایا، پھر آپ نے علم کے معاملہ میں دین اور دنیا کی کوئی تقسیم نہیں کی، بلکہ ہر وہ علم جو انسانیت کے لئے نفع بخش ہو خدا سے اس کے لئے دُعاء فرمائی اور فرمایا کہ علم و حکمت کی جو بات جہاں سے مل جائے، اس کی طرف ایسا لپکنا چاہئے، جیسے انسان اپنی گم شدہ چیز کے لئے لپکتا ہے، الحکمۃ ضالۃ المؤمن، (ترمذی: ابواب العلم، حدیث نمبر: ۲۶۸) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے بچوں کو بدر کے مشرک قیدیوں سے تعلیم ولائی اور مدینہ میں یہودیوں کی درس گاہ ''بیت المدراس'' میں تشریف لے گئے، جس سے علم کے باب میں آپ کی فراخ قلبی اور کشادہ چشمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس سے نہ صرف یہ کہ علم کا دور دورہ ہوا، بلکہ غیر سائنٹفک کی جگہ سائنٹفک فکر کا غلبہ ہوا اور توہمات کی زنجیریں کٹیں، شرک چوں کہ مخلوقات کو معبود کا درجہ دیتا ہے اور جو معبود ہو اس کی عظمت اور اس کا احترام تحقیق وتجسس میں مانع بن جاتا ہے؛ اس لئے وہ علمی ترقی اور تحقیق وسائنس کے ارتقاء میں رکاوٹ بن جاتی ہے، توحید چوں کہ مخلوقات کے معبود ہونے کی نفی کرتی ہے، اس لئے کائنات کی تمام اشیاء پر غور وفکر، بحث وتحقیق اور تفحص و تجسس کا راستہ کھلتا ہے اور انسان علم میں جتنا آگے بڑھتا جائے اور کائنات کے حقائق پر جو پردے پڑے ہوئے ہیں، ان کو جس قدر اٹھاتا جائے وہ اسی قدر توہمات سے آزاد ہوتا جاتا ہے۔

پس اسلام نے علم وتحقیق کی راہ کھولی، مخلوق کی مبالغہ آمیز عظمت دلوں سے نکالی اور اوہام کا پردہ چاک کیا، اسلام سے پہلے لوگ عورتوں کو، جانوروں میں گدھے کو، پرندوں میں اُلّو کو، مہینوں میں شوال اور صفر کو، دنوں میں چہار شنبہ کو منحوس تصور کرتے تھے اور خود اپنے لکھے ہوئے پانسوں پر کامیابی اور ناکامی کی اُمیدیں قائم کرتے تھے، نحس کے سلسلہ میں اور بھی بہت سے تصورات تھے، جو عربوں میں پائے جاتے تھے، ہندوستان وغیرہ میں آج بھی یہ تصور اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں پر بھی مسلط رہتا ہے، بلکہ خود یورپ میں بھی عام لوگ توہمات میں مبتلا ہیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس توہم پرستی کی تردید فرمائی، اُصولی طور پر اس بات کو واضح فرمایا کہ نفع ونقصان کس مخلوق سے متعلق نہیں، بلکہ یہ خالق کے ہاتھ میں ہے، اور جن جن باتوں کے بارے میں نحس وبے برکتی کا تصور تھا صراحت کے ساتھ ان کی تردید فرمائی، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عامہ کا ایک اہم پہلو ہے، جس نے انسانیت کو توہمات کی بیڑیوں سے نکال کر علم وتحقیق کی دنیا میں پہنچایا اور اس تحقیق نے نئی نئی ایجادات و اختراعات کی تحریک کی، جس کے مظاہر اور جس کے فوائد آج ہمارے سامنے ہیں۔

اسلام سے پہلے اہل مذاہب نے دین اور دنیا کا بٹوارہ کر رکھا تھا اور دین ودنیا کی اس تقسیم نے قانون فطرت کے خلاف بغاوت کر رکھی تھی، نکاح کو بری بات سمجھا جاتا تھا، قرب خداوندی کے لئے تجرد کی زندگی ضروری سمجھی جاتی تھی اور مرد وعورت کے فطری تعلق کو بہر صورت گناہ باور کیا جاتا تھا، کسب معاش کی محنتوں کو دین الٰہی اور رضائے خداوندی کے خلاف گمان کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ رہبانیت کے غلبہ کا عیسائیت میں ایک ایسا دور بھی گزرا ہے کہ لوگ نہانے، دھونے، صاف ستھرے کپڑے پہننے اور خوشبو استعمال کرنے کو بھی للّٰہیت کے خلاف سمجھتے تھے اور دسیوں سال غسل سے مجتنب رہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا ایک اہم باب رہبانیت کے اس تصور کا خاتمہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے حدود میں رہتے ہوئے دنیا سے نفع اُٹھانا بھی دین کا ایک حصہ ہے، 'دین' دنیا سے نفع اُٹھانے میں حلال وحرام کی تمیز کا نام ہے نہ کہ دنیا کو ترک کردینے کا، چنانچہ آپ نے نکاح کرنے کا حکم دیا اس کو اپنی اور انبیاء کی سنت قرار دیا اور تجرد کی زندگی کو ناپسند فرمایا، کسب معاش کو ایک اہم فریضہ قرار دیا اور اس کی حوصلہ افزائی فرمائی، صفائی ستھرائی کی تعلیم دی اور کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو انسانی فطرت سے متصادم ہو؛ بلکہ انسانی فطرت میں جو تقاضے اور داعیے رکھے گئے ہیں ان سب کو جائز رکھا گیا اور کوئی ایسا حکم نہیں دیا گیا جو فطرت انسانی کے خلاف ہو۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عامہ کے وہ پہلو ہیں، جنھوں نے انسانی تاریخ پر گہرے اور دور رس اثرات ڈالے ہیں، جن کے ذریعہ انسانی کرامت وشرافت بحال ہوئی، جن کی وجہ سے انسانیت عدل ومساوات اور اخوت وبھائی چارگی کی نعمت سے سرفراز ہوئی اور تفریق کی مصنوعی دیواریں جن کی وجہ سے زمین بوس ہوئیں، جن کے باعث انسان نے اوہام کے بجائے عقل وخرد سے کام لینا سیکھا اور ان میں علم وتحقیق کا حوصلہ پیدا ہوا جس نے انسان کو معتدل، متوازن، قانونِ فطرت سے ہم آہنگ اور تمام انسانی ضروریات کو پوری کرنے والا نظام حیات عطا کیا، انسانیت قیامت تک اس کے لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احسان مند رہے گی اور ''ماأرسلناک الا رحمۃ للعالمین'' کے مژدۂ خداوندی اور شہادت الٰہی کا اعتراف کرتی رہے گی،

وصلی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

زندگیاں صحابہ رضی اللہ عنہ کی

"صُوَرٌ مِنْ حَيَاةِ الصَّحَابَة"

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"جو شخص پیروی کرنا چاہے، اسے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے جو وفات پا چکے ہیں۔ اس لئے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے، اس کے فتنے میں پڑنے اور دین حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے؛ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، وہ لوگ اس امت کے افضل ترین افراد تھے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری تھی، وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے، اور تکلف سے دور تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور ان کے اخلاق وسیرت کو حتی الامکان مضبوطی سے پکڑو، اس لیے کہ وہ لوگ صراطِ مستقیم اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر تھے۔" (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

تصنیف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا مرحوم (مصر)
مترجم: مولانا اقبال احمد قاسمی، یوکے اسلامک مشن

وہ ان آٹھ خوش نصیب ہستیوں میں سے ایک تھے جو سب سے پہلے ایمان لائے، وہ ان دس نیک بخت اشخاص میں سے ایک تھے، جنہیں جنت کی بشارت سے نوازا گیا۔ وہ ان چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک تھے جنہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ کا انتخاب کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا اور وہ ان مخصوص علماء صحابہ میں سے ایک تھے جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ دینے کا مجاز قرار دیا گیا تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کا نام عبد عمرو تھا، مگر قبولِ اسلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر عبدالرحمٰن رکھ دیا تو یہ ہیں عبدالرحمٰن بن عوف، اللہ ان سے راضی ہو اور ان کو راضی کرے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے قبل اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے صرف دو دن بعد مشرف بہ اسلام ہوئے اور خدا کی راہ میں ابتلا و آزمائش کے ان سارے مراحل سے گزرے جن سے السابقون الاولون کو گزرنا پڑا تھا، لیکن وہ آزمائشیں ان کے پائے ثبات کو ذرا بھی متزلزل نہ کر سکیں بلکہ وہ نہایت صدق وخلوص کے ساتھ اپنے دین پر جمے رہے اور دوسرے بہت سے اہلِ ایمان کی طرح وہ بھی اپنے دین کو کفار قریش سے بچانے اور آزادی کے ساتھ اس پر عمل کرنے کے لئے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور بعد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم ملا تو وہ مسلمانوں کے اس پہلے قافلے میں شامل تھے جس نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کا قصد کیا تھا۔

مدینہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے درمیان مواخاۃ کا رشتہ قائم کیا اور اس موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ رشتۂ اخوت میں منسلک کیا تو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

"میرے بھائی! میں مدینہ کا سب سے مالدار شخص ہوں، میرے پاس اس وقت دو باغ اور دو بیویاں ہیں، تم دیکھ لو کہ دونوں میں سے کون سا باغ تمہیں پسند ہے تاکہ میں اس سے تمہارے حق میں دستبردار ہو جاؤں اور دونوں میں سے کس عورت کو اپنے حبالۂ نکاح میں لینا چاہتے ہو تاکہ میں تمہارے لئے طلاق دے کر اس سے الگ ہو جاؤں۔"

جواب میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے انصاری بھائی سے کہا:

"اللہ تعالیٰ آپ کے مال ودولت میں اہل و عیال میں برکت دے..... آپ صرف مدینہ کے بازار تک میری راہنمائی فرمادیں...."

چنانچہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے ان کو بازار کا راستہ دکھا دیا اور انہوں نے وہیں سے اپنی تجارت کا آغاز کر دیا۔ وہ ضرورت کی چیزیں خریدتے اور بیچتے رہے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کاروبار میں انہیں نفع حاصل ہوتا رہا اور وہ اس میں سے کچھ نہ کچھ پس انداز کرتے رہے اور کچھ ہی دنوں کے بعد ان کے پاس اتنی رقم جمع ہو چکی تھی جس کو بطور مہر ادا کر کے وہ کسی عورت سے نکاح کر سکیں۔

نکاح کے بعد جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے کپڑوں پر شادی کے موقع پر استعمال کی ہوئی خوشبو کے اثرات اور اس کے داغ دھبوں کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مھیم یا عبدالرحمٰن؟‘‘ ’’عبدالرحمٰن! یہ کیا ہے؟‘‘

’’اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے شادی کرلی ہے‘‘ انہوں نے عرض کیا ’’ما اعطیت زوجک من المھر؟‘‘ بیوی کو مہر کیا دیا ہے؟‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔

’’ایک نواۃ (پانچ درہم کے برابر وزن) سونا، اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! انہوں نے جواب دیا۔

’’اولم ولو بشاۃ بارک اللہ فی مالک: ولیمہ کرو، چاہے ایک بکری ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت دے۔‘‘ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں:

’’اس کے بعد دنیا اپنی پوری برکات وفوائد کے ساتھ اس طرح میری طرف متوجہ ہوگئی اور میری تجارتی کامیابیوں کا حال یہ ہوگیا کہ اگر میں کسی پتھر کو اٹھاتا تو مجھے اس بات کی توقع ہوتی تھی کہ اس کے نیچے مجھے سونے یا چاندی کا کوئی ٹکڑا ملے گا۔‘‘

غزوۂ بدر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے جہاد فی سبیل اللہ کا پورا پورا حق ادا کردیا۔ انہوں نے دشمن خدا عمیر بن عثمان کعبی کو اس کے کیفر کردار تک پہنچایا اور غزوۂ اُحد کے موقع پر جب بہت سے لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اور انہوں نے راہِ فرار اختیار کرلی تھی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پائے استقلال میں جنبش تک نہیں ہوئی اور وہ پوری ثابت قدمی کے ساتھ میدان کارزار میں ڈٹے رہے اور جب معرکۂ جنگ سے سرخرو اور کامران واپس لوٹے تو ان کے جسم پر بیس سے زیادہ زخم تھے، جن میں سے بعض اتنے گہرے تھے کہ ان میں آدمی کا ہاتھ چلا جاتا تھا۔ لیکن دیکھا جائے تو ان کا جہاد بالنفس ان کے جہاد بالمال کے سامنے ہیچ نظر آتا ہے۔ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک فوجی دستہ تیار کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ سے مالی تعاون کی اپیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’تصدقوا فانی ارید ان ابعث بعثاً‘‘

ترجمہ: ’’میں ایک فوجی دستہ بھیجنا چاہتا ہوں، تم لوگ اس کے لئے مالی تعاون پیش کرو۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف گھر جاتے ہیں اور بہ سُرعت واپس آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں:

’’اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے پاس چار ہزار کی رقم ہے، میں اس میں سے دو ہزار اپنے رب کو قرض دے رہا ہوں اور باقی دو ہزار میں نے اپنے اہل وعیال کے لئے چھوڑ دیا ہے۔‘‘

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

’’بارک اللہ لک فیما اعطیت .... وبارک اللہ لک فیما ترکت ....‘‘

ترجمہ: ’’جو کچھ تم نے دیا ہے، اللہ تعالیٰ اس میں تم کو برکت دے اور جو کچھ تم نے بچوں کے لئے چھوڑا ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے اور جو کچھ تم نے بچوں کے لئے چھوڑا ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ تم کو برکت سے نوازے۔‘‘

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کا قصد فرمایا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری غزوہ تھا۔ تو اس وقت جس طرح افرادی قوت کی ضرورت تھی، مالی وسائل کی احتیاج اس سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ کیونکہ ایک طرف رومی فوج کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی اور وہ ہر قسم کے جنگی ساز و سامان سے لیس تھی اور دوسری طرف مدینہ میں قحط کا زمانہ تھا، مسافت طویل اور سامانِ سفر قلیل تھا۔ خصوصاً سواریوں کی تو ایسی قلت تھی کہ بہت سے مسلمانوں نے جو غزوہ میں شریک ہونا چاہتے تھے مگر ان کے پاس سواریاں نہیں تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر نہایت پُرسوز الفاظ میں بڑی حسرت کے ساتھ سواری کے لئے درخواست کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم کو بھی اپنے ساتھ لے لیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صرف اس وجہ سے واپس کردیا کہ آپ کے پاس زائد سواریاں نہیں تھیں جو ان کو دیتے تو وہ مجبوراً واپس گئے اور حال یہ تھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور انہیں اس بات کا بڑا رنج تھا کہ وہ اپنے خرچ پر شریکِ جہاد ہونے کی مقدرت نہیں رکھتے۔ ان لوگوں کا نام ’’بکّائین‘‘ اور اس لشکر کا ’’جیش العسرۃ‘‘ پڑ گیا۔

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ وہ اللہ سے اجر وثواب پانے کی نیت سے اس کی راہ میں مال خرچ کریں۔ مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اپیل پر لبیک کہنے کے لئے تیزی سے لپکے۔ خود حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ان معاونین کی صفِ اول میں شامل تھے۔ انہوں نے دو سو اوقیہ (ایک اوقیہ: ساڑھے دس تولے) کی خطیر رقم بارگاہِ رسالت میں پیش کی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ: ’’میں سمجھتا

ہوں کہ عبدالرحمٰن ؓ بن عوف ایسا کرکے ایک گناہ کے مرتکب ہوئے، کیونکہ انہوں نے اپنے اہل وعیال کی ضروریات کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا ہے۔‘‘

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ:

’’ھل ترکت شیئًا لاھلک یا عبدالرحمٰن؟‘‘

ترجمہ:’’عبدالرحمٰن! تم نے بچوں کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟‘‘

توانہوں نے عرض کیا:

’’نعم، ترکت لھم اکثر و اطیب۔‘‘

ترجمہ:’’ہاں! میں نے ان کے لئے جو کچھ چھوڑا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ اور بہتر ہے جو میں نے خرچ کیا ہے۔‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ سوال کیا: ’’کم‘‘،’’کتنا؟‘‘

توانہوں نے جواب دیا:

’’ماوعداللہ ورسولہ من الخیر والاجر۔‘‘

ترجمہ:’’خیر اوراجر کا وہ وعدہ برحق جو اللہ اوراس کے رسول نے کیا ہے۔‘‘

لشکر تبوک روانہ ہوا، قیام تبوک کے دوران اللہ عزوجل نے حضرت عبدالرحمٰن ؓ بن عوف کو ایک ایسے شرف سے نوازا جو تمام مسلمانوں میں سے صرف انہیں کے لئے مخصوص تھا۔ ہوا یہ کہ نماز کا وقت ہوگیا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت موجود نہیں تھے۔ آخر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کی امامت میں نماز کھڑی ہوگئی۔ ابھی پہلی رکعت ختم نہیں ہوئی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور نمازیوں کے ساتھ شامل ہوگئے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کی اقتدا میں نماز ادا فرمائی۔

کیا اس سے بڑھ کر بھی کسی فضل وشرف کا تصور کیا جاسکتا ہے کہ کوئی شخص سرور عالم، امام الانبیاء حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کے شرف سے مشرف ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ امہات المومنین ؓ کی ذاتی ضروریات اور اس کے نجی کاموں کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ وہ ان کی تمام حاجتیں پوری کرتے، جب وہ لوگ سفر میں نکلتیں تو یہ ان کے ہمرکاب ہوتے، جب وہ لوگ حج کے لئے جاتیں تو یہ ان کے ہمراہ ہوتے۔ ان کے کجاؤں اور ہودجوں پر قیمتی طیلسان کے پردوں کا نظم کرتے اور ان کی پسندیدہ جگہوں پر ان کے قیام کا بندوبست کرتے تھے۔ امہات المومنین ؓ کی دل وجان سے خدمت کرنا اوران کے نزدیک پورے طور پر ان کا قابل اعتماد ہونا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی وہ خصوصیت ہے جس پر وہ جتنا بھی فخر وناز کریں، کم ہے۔

عامۃ المسلمین اور امہات المومنین ؓ کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کے حُسن سلوک اور برّ واحسان کا یہ حال تھا کہ ایک بار انہوں نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں فروخت کی اور وہ ساری رقم انہوں نے بنوزہرہ، ضرورت مند مسلمانوں، مہاجرین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں تقسیم کردی۔ جب حضرت عائشہ ؓ کے حصے کی رقم ان کے پاس پہنچی تو انہوں نے دریافت کیا کہ یہ رقم کس نے بھیجی ہے؟ جب ان کو بتایا گیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے، تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

’’لا یحنو علیکن من بعدی الا الصابرون۔‘‘

ترجمہ:’’میری پیچھے تم لوگوں کی نگہداشت نہیں کریں گے مگر صابرین۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کے لئے اللہ تعالیٰ سے خیر وبرکت کی جو دعا فرمائی تھی وہ زندگی بھر ان کے اوپر سایہ فگن رہی۔ یہاں تک کہ وہ صحابہ کرام ؓ میں سب سے زیادہ مالدار آدمی ہوگئے۔ ان کا تجارتی کاروبار برابر ترقی کرتا اور اس کا دائرہ لگاتار وسعت اختیار کرتا رہا۔ ان کے تجارتی قافلوں کی آمد ورفت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا جو دوسرے شہروں سے اہل مدینہ کے لئے گیہوں، آٹا، کپڑے، برتن اور خوشبو وغیرہ اشیاء ضرورت لے کر مدینے پہنچتے اور وہاں کی پیداوار کا وہ فاضل حصہ دوسرے علاقوں میں لے جاتے تھے، جو ان کے ضرورت سے بچ رہتا۔

ایک بار ان کا ایک تجارتی قافلہ.... جو سات سو اونٹوں پر مشتمل تھا... مدینہ پہنچا۔ جی ہاں! وہ قافلہ سات سو اونٹوں پر مشتمل تھا جن کی پیٹھوں پر خوراک کے ذخیرے، ضرورتِ زندگی کے سامان اور وہ تمام چیزوں لدی ہوئی تھیں جن کی ضرورت لوگوں کو اکثر پڑتی ہے۔ جیسے ہی وہ قافلہ مدینے میں داخل ہوا، پوری زمین دہل گئی، گلیاں گونج اٹھیں اور ہر طرف چیخ وپکار اور شوروغل سنائی دینے لگا۔ شور سن کر حضرت عائشہ ؓ نے پوچھا کہ یہ کیسا ہنگامہ ہے؟ جب ان کو بتایا گیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کا سات سو اونٹوں پر مشتمل ایک تجارتی قافلہ گندم، آٹا اور سامان خوراک لے کر پہنچا ہے تو انہوں نے فرمایا:

’’بارک اللہ لہ فیما اعطاہ فی الدنیا، ولثواب الآخرۃ اعظم۔ فلقد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: یدخل عبدالرحمٰن بن عوف الجنۃ حبواً۔‘‘

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں جو کچھ دیا ہے، اس میں برکت دے۔ یقیناً آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ گھسٹتے ہوئے جنت میں جائیں گے۔‘‘

اونٹوں کے بیٹھنے سے پہلے کسی نے ام المومنینؓ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ الفاظ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تک پہنچاتے ہوئے ان کو جنت کی خوشخبری سنادی۔ یہ مژدۂ جاں فزا سنتے ہی وہ اڑ کر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے دریافت کیا:

’’اماں جان! کیا خود آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا؟‘‘

تو انہوں نے فرمایا: ہاں!

یہ سن کر وہ بے حد خوش ہوئے اور حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے بولے:

’’اماں جان! اگر ہوسکا تو میں کھڑا ہو کر جنت میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا۔ میں آپ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں یہ پورا قافلہ اس کے اوپر لدے ہوئے سامانوں، اس کے کجاؤں اور ٹاٹوں سمیت اللہ کی راہ میں دے رہا ہوں۔‘‘

اس روشن تابناک اور مبارک دن سے.... جس دن سے ان کو دخولِ جنت کی خوشخبری دی گئی تھی... حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ مال کمانے اور اسے خدا کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی طرف غیر معمولی شوق اور جذبے کے ساتھ متوجہ ہوگئے۔ چنانچہ اب وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے خفیہ اور علانیہ، دائیں اور بائیں ہر طرف مال خرچ کرنے لگے۔ انہوں نے چالیس ہزار درہم صدقہ کے طور پر دیئے۔ پھر دوسو اوقیہ سونا خیرات کیا۔ پھر مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے پانچ سو گھوڑے اور دوسرے مجاہدین کے لئے ڈیڑھ ہزار اونٹ فراہم کئے۔ اور جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے غلاموں اور لونڈیوں کی ایک بڑی تعداد کو غلامی کے بندھن سے آزاد کر دیا اور اس وقت اصحاب بدر میں سے جتنے صحابۂ کرام زندہ تھے ان میں سے ہر ایک کے لئے چار چار سو دینار کی وصیت کی۔ چنانچہ ان حضرات نے وصیت کے مطابق وہ رقم لے لی۔ اس وقت ان کی تعداد ایک سو تھی اور انہوں نے امہات المومنینؓ میں سے ہر ایک کے لئے کثیر رقم کی وصیت کی۔ حضرت عائشہؓ اکثر ان کے لئے دعا کرتے ہوئے فرماتی تھیں:

’’سقاہ اللہ من ماءِ السلسبیل۔‘‘

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ ان کو چشمۂ سلسبیل سے سیراب کرے۔‘‘

انہوں نے اپنے ورثاء کے لئے اس قدر مال چھوڑا کہ اعداد ان کا شمار کرنے سے قاصر ہیں۔ انہوں نے ایک ہزار اونٹ، سو گھوڑے اور تین ہزار بکریاں چھوڑیں۔ وفات کے وقت موجود ان کی چار بیویوں میں سے ہر ایک کو کُل ترکہ کا ۱/۳۲ ملا، جس کی مالیت اسی ہزار تھی۔ انہوں نے سونے اور چاندی کے جو ڈھیر ترکے میں چھوڑے انہیں وارثوں کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے کلہاڑیوں سے کاٹنا پڑا اور کاٹنے والوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔

یہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی وجہ سے تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مال میں برکت کے لئے کی تھی، لیکن یہ مال نہ تو ان کو کسی قسم کے مالی فتنے میں مبتلا کر سکا نہ ان کے رویے میں کسی تبدیلی کا سبب بن سکا۔ لوگ جب ان کو ان کے غلاموں کے درمیان دیکھتے تو ان کے اور غلاموں کے درمیان تمیز نہیں کر پاتے تھے۔ ایک دن ان کے سامنے کھانا لایا گیا، اس روز وہ روزے سے تھے، تو انہوں نے کھانے کو دیکھ کر بڑی حسرت کے ساتھ کہا: ’’جب مصعب بن عمیرؓ شہید کئے گئے اور وہ مجھ سے بہت بہتر تھے، تو ان کو کفن دینے کے لئے ہم لوگوں کو صرف اتنا کپڑا میسر آسکا کہ جب اس سے ان کا سر چھپایا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں کو چھپایا جاتا تو سر کھلا رہ جاتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو غیر معمولی خوشحالی اور فراخی سے نوازا۔ مجھے تو اس بات کا ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں نہ دے دیا گیا ہو۔‘‘ یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی پوری زندگی خیر و سعادت سے معمور اور انتہائی قابل رشک تھی۔

صادق و مصدوق حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی۔

آخری آرام گاہ تک لے جاتے ہوئے ان کے جنازے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کندھا دیا۔

ان کی نماز جنازہ ذوالنورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

اور ان کے جنازے کی مشایعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کی اور ان الفاظ میں ان سے اپنی عقیدت کا اظہار فرمایا: ’’لقد ادرکت صفوھا، و سبقت زیفھا، یرحمک اللہ۔‘‘

ترجمہ: ’’آپ نے دنیا میں سے اس کے عمدہ حصے کو اپنایا اور اس کے خراب حصے کو چھوڑ کر گزر گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت کرے۔

☆☆ .... ☆☆

اختلاف رائے میں اعتدال برقرار رکھیں

سعد مذکر قاسمی

انسان فطری طور پر مختلف المزاج ثابت ہوا ہے، قدرت نے اس میں ایک صلاحیت رکھی ہے جس کے ذریعے اپنی یا دوسروں کی بات میں مثبت ومنفی رائے قائم کرنے اور اس کی توثیق و تردید کرنے کا بھرپور اختیار رکھتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو یہ عین فطرت کے مطابق بھی ہے۔

اس جہان رنگ و بو میں ہر قسم کی چیزیں موجود ہیں چھوٹی بڑی، خوب صورت، کوئی شوخ رنگ ہے تو کوئی مدھم، کسی میں طوالت ہے تو کسی میں پستی، الغرض ہر چیز مختلف ہے، لیکن ان مختلف النوع اشیاء میں ایک قدر مشترک صفت اعتدال ہے جس کی بنا پر ہر چیز میں باوجود اختلاف کے ایک حسن موجود ہے جو اس کا امتیاز بھی ہے۔

اختلاف رائے انسان کا بنیادی، آئینی اور اس سے بڑھ کر فطری حق ہے اور دوسروں کی رائے کا احترام ایک اخلاقی فریضہ ہے۔ سیرت کی کتابوں میں اگر طائرانہ نظر بھی ڈالی جائے تو ہمیں اس بات کا اندازہ بخوبی ہوجاتا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں بھی اختلاف رائے پایا جاتا رہا ہے۔ بلکہ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جاں نثاروں میں بھی مشورے کی حد تک بعض دفعہ رائے کا اختلاف تھا؛ ایک بار حضرت زید کی اہلیہ کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک رائے دی جس پر انہوں نے نہایت ادب واحترام کے ساتھ عرض کیا: ”یا رسول اللہ! یہ آپ کی رائے ہے یا آپ کا حکم؟ اگر رائے ہے تو اس سے اختلاف کی گنجائش رکھتی ہوں، اور اگر یہ آپ کا حکم ہے تو سر تسلیم خم کرتی ہوں۔“ جنگ بدر کے قیدیوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحان ایک طرف تھا، اس کے باوجود، فیصلے سے پہلے تک حضرت عمرؓ اور دیگر اصحاب کی رائے مختلف تھی۔ غزوہ اُحد سے قبل حضرت کی ذاتی رائے بھی

اگر ہم محتاط انداز میں اپنی رائے رکھیں، ہماری اختلافی رائے سے کسی کی عزت نفس مجروح نہ ہونے پائے اور اپنی رائے کو حتمی اور قطعی نہ جانتے ہوئے دوسرے کی رائے کو مہمل نہیں گردانیں، تو یقین جانیے بہت سے تنازعات کے ختم ہوجانے کا قوی امکان ہے

مدینہ کے حدود میں رہ کر مقابلہ کی تھی، لیکن حدود مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی بھی رائیں سامنے آئیں۔ صلح حدیبیہ کے وقت بعض شقوں کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کے ذاتی تحفظات تھے اور اس کا انہوں نے اشارۃً اظہار بھی فرمایا۔

اسی طرح صحابہ کے درمیان بھی اختلاف رائے رہا ہے اس کی سب سے بہترین مثال کسی بھی معاملے میں صحابہ کے آپسی مشورے ہیں کہ ان میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تمام کی رائے ایک رہی ہو؛ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ مزدلفہ جاکر ہی مغرب کی نماز پڑھنا، جس سے بعض صحابہ کرام نے سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلد از جلد سفر کرنے کو فرما رہے ہیں جبکہ دوسرے حضرات نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اس ارشاد کا یہ مطلب سمجھا کہ مغرب کی نماز مزدلفہ ہی میں پڑھنی ہے۔ مرض وفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اہم باتیں لکھوانے کی آرزو رکھتے تھے لیکن اہل بیت ہی میں دو رائے سامنے آگئیں، جس کی تفصیل حدیث قرطاس میں موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد خلافت کے مسئلہ میں ایک لمحے کی لیے سقیف بنوساعدہ میں اختلاف رائے کی جھلک دیکھنے کو ملتی ہے۔ مانعین زکوۃ کے معاملے میں اولاً حضرات شیخین کا اختلاف رہا جو بعد میں رفع ہو گیا۔ اسی طرح طاعون عمواس کے وقت حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ متاثرہ بستی سے حضرت ابوعبیدہؓ باہر آجائیں اور اس علاقے کے افراد کو منتشر کردیا جائے اور انہیں اس علاقے سے نکال لیا جائے جب کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس سے اتفاق نہیں تھا۔ بعد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے حضرت عمرؓ کی منشا کو سمجھتے

ہوئے لوگوں کو پہاڑوں اور گھاٹیوں میں منتقل کر دیا، جس سے بفضل خدا وبا کا اثر بھی ختم ہو گیا۔

صحابہ و تابعین اور ائمہ وفقہاء کے درمیان اس قدر زیادہ اختلاف رائے کا ثبوت ملتا ہے جس کا حصر ناممکن ہے، اختلاف رائے کی وجہ سے ایک مسئلہ میں بہت سی آراء فقہی مباحث میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ لیکن ایک اہم بات جو ان تمام اختلافات میں مشترک ہے وہ ایک دوسرے کی رائے کا احترام اور اختلاف کرنے والے کا اپنے تئیں مخلص ہونا ہے۔ یہ دو باتیں جس اختلاف میں موجود ہوں گی وہ اختلاف صحت مند اور مفید ثابت ہوگا اور یہی صالح اختلاف کی روح بھی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرون اولیٰ میں ہمیں ڈھونڈنے سے بھی ایسے واقعات کم ملتے ہیں جس میں یہ دونوں چیزیں نہ ہوں۔ غور کیجیے تو یہ بات عیاں ہوگی کہ چاروں مکاتب فکر کے اختلاف کی بنیاد ان کے اصول وقواعد اور ترجیحات کے ضوابط کا مختلف ہونا ہے، لیکن اس کی وجہ سے آپس میں کبھی نزاع کی نوبت نہیں آئی۔ اختلاف بدستور باقی رہا اور اس سے کسی قسم کا انفرادی یا اجتماعی نقصان بھی نہیں ہوا۔

چوں کہ اختلاف کی بنیاد اخلاص پر تھی اسی لیے قرونِ اولیٰ میں ادب الاختلاف پر کوئی باضابطہ کتاب بھی نہیں لکھی گئی۔ بعد کے دور میں لوگوں میں علم کی کمی، فراست کے فقدان، اور اختلاف میں ذاتی مفاد کی شمولیت نے نزاعات کا روپ دھار لیا پھر وہ اختلاف صالح نہیں رہا، بلکہ اسے مخالفت کا نام دیا جانے لگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلاف میں اختلاف پانچ طرح کے رہے ہیں:

(۱) مذہبی اختلافات؛ جس کا دائرہ عمل ادیان و مذاہب ہوا کرتا تھا جیسے: اسلام، مسیحیت، یہودیت اور دیگر مذاہب۔ اس میں نتیجے کے طور پر ایمان اور کفر کا حکم لگتا ہے۔

(۲) اہل قبلہ کا اختلاف؛ جیسے اہل سنت، معتزلہ، خوارج اور منکرین حدیث کے اختلافات، جسے حق و باطل کا عنوان دیا جا سکتا ہے۔

(۳) اہل سنت میں فقہاء کرام کے باہمی آرا کا اختلاف۔ یہ اختلاف احکامات سے متعلق ہے اس کا دائرہ کار چاروں مکاتب فکر اور اہل ظواہر ہیں۔ یہ باوجود اپنی تمام تر شدت کے پہلی دونوں قسموں سے فروتر ہے اور اس کا منتہا ایمان و کفر اور حق و باطل کی بجائے خطا و صواب ہے۔

(٤) اولیٰ اور غیر اولیٰ کا اختلاف، جو عام طور پر ایک ہی مکتب فکر کے درمیان رہا ہے اس کو خطا و صواب سے بھی تعبیر کرنا ایک طرح کی ناانصافی ہے۔

(٥) عقائد فہمی کا اختلاف۔ اس میں اہل سنت کے مسلمہ عقائد کو تسلیم کرتے ہوئے اس کو تعبیر کرنے میں مختلف آراء سامنے آتی ہیں۔ مثلاً اشاعرہ ماتریدیہ اور ظاہریہ کا اختلاف۔ یہ بات واضح رہے کہ اگر کوئی مسلمہ عقائد کا منکر ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ لیکن عقائد کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی تعبیر میں غلطی کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہا جاتا۔

ہمارے لئے تشویش کا باعث یہ ہے کہ ہم نے ان اختلافات کو آپس میں خلط ملط کر دیا اور سبھی کو ایک خودساختہ ترازو میں تولنے لگے۔ قبول و رد کا ہم نے اپنا ایک الگ معیار طے کر لیا ہے اور اسی پر اختلاف کو پرکھنے لگے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے درمیان بے حد دوریاں پیدا ہو گئیں۔ ہر ایک باہم برسرپیکار نظر آنے لگا۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ زبانیں بے لگام ہو گئیں، قلم بے قابو ہو گئے اور دبے پاؤں ہمارے اختلاف میں عصبیت، ذاتی مفاد، انانیت اور بے جا ضد در آئیں۔ اور اس طرح ہم صالح اختلاف سے محروم ہو گئے۔ اور بے روح اختلاف کی وجہ سے ہمارے بہت سے اختلافات نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکے۔

اب تو صورت حال بہت زیادہ دگرگوں ہو گئی کہ جس کے جی میں آتا ہے وہ بے باکی کے ساتھ رائے قائم کرنے لگتا ہے، بسا اوقات ہم نے یہ بھی محسوس کیا کہ اختلاف کرتے وقت بہت سے حضرات اس بات کا بھی ذرہ برابر لحاظ نہیں کرتے کہ جس سے اختلاف کیا جا رہا ہے وہ ان کے استاد یا استاد کے استاد ہیں۔

بات اگر یہیں تک محدود ہوتی تو کوئی حرج نہ تھا، لیکن آزادی رائے کے اظہار کے نام پر اکابرین اور اسلاف امت کے خلاف بھی زبان طعن دراز ہونے لگی۔ تحقیقات کی آڑ میں لوگ مسلمہ اصول وقواعد کے انکاری ہو گئے۔ پھر دیکھا دیکھی نو واردان بھی اس میدان میں کود گئے اور ہمہ دانی کے واہمے کا شکار ہو گئے۔

یہ بات بجا ہے کہ اختلاف ناگزیر ہے لیکن اس کے لیے کچھ اصول و شرائط ہیں جن کا پاس و لحاظ بھی ضروری ہے۔ اسی لئے ہمیں رائے قائم کرنے میں انتہائی محتاط انداز اختیار کرنا چاہیے جس سے کسی کی تنقید نہ ہو؛ نقد کو تو ہر زبان کے ادب میں ایک مقام دیا گیا ہے لیکن شرائط کے

ساتھ ورنہ نقد برائے نقد کبھی بھی مصلح ثابت نہیں ہوا ہے۔

سید احمد شہید کی تحریک کو فوری کام یابی نہ ملنے کی بنیادی وجہ یہ رہی کہ لوگوں نے محض حسد کی بنیاد پر انھیں وہابیت کی طرف منسوب کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ راتوں رات پٹھانوں نے 500 سے زائد قضاۃ اور علما کو تہ تیغ کر دیا جس سے ان کی ساری محنت پر پانی پھر گیا۔ (واضح رہے کہ جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ سید احمد شہید کی تحریک بالکلیہ ناکام ہوگئی، یہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ ان کی تحریک کے بنیادی عناصر میں بدعات کا خاتمہ اور سنت وشریعت کو فروغ دینا شامل ہے، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ یہی ان کی تحریک کی اصل روح ہے، جو الحمدللہ اب بھی اپنی صحیح شکل میں موجود ہے، حقیقت یہ ہے کہ آج ہم لوگ جو دین پر قائم ہیں وہ سید احمد شہید رحمہ اللہ کی تحریک کے ہی مرہون منت ہیں)۔ اسی طرح ماضی قریب میں جو علما گزرے ہیں، یقیناً ان کے بعض مفروضات مسلمہ اصول کے خلاف تھے، لیکن اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ ان کے تمام تر کارناموں کو یکسر نظر انداز کر کے آتش جولاں کے حوالے کر دیا جائے اور ان پر گمراہی کی ایسی مہر ثبت کی جائے جس سے ان کی ساری محنتیں سیاہ کنویں کے حوالے ہو جائیں۔

ہم اختلاف کرتے وقت اس بات کا لحاظ بالکل نہیں کرتے کہ ہماری ایک رائے کسی کے لئے کیا اثر رکھتی ہے؟ ہمارا ایک جملہ ممکن ہے پورے علاقے پر اثر انداز ہو جائے اور کسی کے تمام مجاہدات ملیا میٹ ہو جائیں۔ ہمارے اس غیر صالح اختلاف میں مسلکی دوریاں بھی کسی حد تک محرک ثابت ہوئی ہیں، اور صورت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ ہم نے کسی بھی بات کی تردید کا ایک معیار یہ بھی طے کر لیا ہے کہ اس کا تعلق کسی دوسرے طبقے یا گروہ سے ہونا کافی ہے۔ پھر چاہے اس کی بات کتنی ہی سودمند اور مفید کیوں نہ ہو، ہم ذرا بھی گوارا نہیں کرتے کہ ان کی بات کو سمجھیں یا اہمیت دیں۔

اس لیے اگر ہم محتاط انداز میں اپنی رائے رکھیں، ہماری اختلافی رائے سے کسی کی عزت نفس مجروح نہ ہونے پائے، اور اپنی رائے کو حتمی اور قطعی نہ جانتے ہوئے دوسرے کی رائے کو مہمل نہیں گردانیں، تو یقین جانیے بہت سے تنازعات کے ختم ہو جانے کا قوی امکان ہے اور باہمی احترام و رواداری کو فروغ ملنے کے ساتھ ایک صالح معاشرہ بھی وجود میں آسکتا ہے۔

☆☆ .... ☆☆

مذہبی مقدسات کی توہین ناقابل برداشت ہے: علماء ختم نبوت

کراچی (پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد اور دیگر علماء کرام کی اپیل پر شہر بھر کی مساجد میں نماز جمعہ کے اجتماعات میں سویڈن میں توہین قرآن کے خلاف سخت مذمتی قراردادیں پاس کی گئیں اور بعد ازاں احتجاجی ریلیاں نکالی گئیں۔ علماء کرام نے اپنے بیانات میں سویڈن میں قرآن کریم کو نذر آتش کرنے کے دل خراش واقعہ کو گھٹیا، نفرت انگیز قرار دیا، جس سے پوری دنیا کے مسلمانوں کی دل آزاری اور توہین ہوئی ہے۔ علماء کرام نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ سفارتی سطح پر احتجاج کے ساتھ ساتھ سویڈن سے تجارتی تعلقات ختم کر کے امتِ مسلمہ کے جذبات کی ترجمانی اور غیرتِ ایمانی کا ثبوت دے۔ انہوں نے عوام الناس سے بھی اپیل کی کہ تمام سویڈش مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ دریں اثنا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں اور کارکنان ختم نبوت نے اس دلخراش واقعہ کی مذمت کے لئے عظیم الشان احتجاجی ریلی کا اہتمام کیا، جس کی قیادت مولانا محمد اعجاز مصطفی اور مولانا قاضی احسان احمد نے کی۔ مقررین میں مولانا نورالحق، مولانا فضل سبحان، مولانا فتح اللہ، مولانا محمد قاسم، مولانا عبدالحئی مطمئن، مولانا محمد رضوان، مولانا محمد کلیم اللہ نعمان اور مفتی عبدالمتین تھے۔ شہر بھر کے مختلف علاقوں سے احتجاجی ریلیاں پریس کلب کراچی میں پہنچیں، جہاں مجلس کے راہنماؤں نے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ مذہبی مقدسات کی توہین ناقابل برداشت ہے، یہ واقعہ عالمی امن کی کوششوں کو سبوتاژ کرنے کی سازش ہے۔ عالمی برادری ملوث عناصر کو کٹہرے میں لائے۔ ملعونوں نے امتِ مسلمہ کو رنج وغم اور کرب میں مبتلا کر دیا ہے اس طرح انہوں نے اپنے خبثِ باطن کا اظہار کیا ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمام مسلم ممالک کے سربراہان اور او آئی سی کو اپنا کردار ادا کرنا چاہئے، تاکہ مذہبی مقدسات کی عزت وحرمت کی حفاظت کے لئے عالمی سطح پر قانون بنایا جا سکے۔

قادیانی مسئلہ اور دستوری وقانونی حقائق

محمد عرفان ندیم

اسلامی شعائر اپنانے کے حوالے سے امتناع قادیانیت آرڈی نینس اور شریعہ کورٹ اور سپریم کورٹ کے فیصلے گزشتہ چالیس سال سے مسلسل نافذ العمل ہیں۔ خصوصاً قربانی کے حوالے سے ریاستی قانونی تشریح یہی چلی آرہی ہے کہ مرزائی قربانی نہیں کرتے، کیونکہ اس کے اکثر افعال عبادت گاہ سے باہر سرانجام دیئے جاتے ہیں یا کم ازکم ایام تشریق میں نہیں کرتے۔ گزشتہ چالیس سال سے خود مرزائی اس ریاستی تشریح پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں اس لئے اس مسلمہ ریاستی قانونی تشریح کو''ابہام'' کا نام دینا کسی طور درست نہیں۔ مرزائیوں کے حوالے سے اب تک جو قانونی پیش رفت ہوئی ہے اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک اس قانون سازی میں سُقم موجود ہے دوم جو قانون سازی ہوئی ہے عملی سطح پر اس کے نفاذ کے لئے حکومتی و ریاستی سطح پر سنجیدہ کوششیں نہیں ہوئیں۔ اس لئے عام مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ مرزائیوں کے حوالے سے قانون سازی میں موجود سقم کو دور کیا جائے اور عملی طور پر اس کے نفاذ کے لئے حکومتی و ریاستی سطح پر سنجیدہ کوششوں کا آغاز کیا جائے۔

جہاں تک قانون سازی میں سقم کا تعلق ہے تو شریعہ کورٹ ۱۹۸۴ء سپریم کورٹ ۱۹۹۳ء اور سپریم کورٹ ۲۰۲۲ء کے فیصلوں میں ایک مشترک تضاد موجود ہے اور وہ یہ کہ مرزائی کھلے عام تو اسلامی شعائر نہیں اپنا سکتے لیکن اپنی عبادت گاہ کے اندر انہیں اسلامی شعائر اپنانے کی اجازت ہے۔ یعنی تینوں فیصلوں میں بنیادی مستدل کو تو مانا گیا کہ مرزائی دھوکا دہی کی روش سے باز نہیں آتے اور سادہ لوح مسلمانوں کو منحرف کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اس مستدل سے متفرع ہونے والے حکم کو مقید کر دیا گیا کہ سرعام دھوکا دینے کی اجازت نہیں، ہاں عبادت گاہ کے اندر دھوکا دیا جاسکتا ہے۔ اصولی طور پر اس تضاد کو ختم ہونا چاہئے اور عدلیہ کو مرزائیوں کو اپنے تمام مذہبی عقائد روایات عبادات اور معاملات کو مسلمانوں سے الگ نام دینے کا حکم دینا چاہئے۔ اصولی اور قانونی پوزیشن تو یہی ہونی چاہئے اور یہ جتنی جلدی ہوسکے اس ملک اور قوم کے لئے بہتر ہے لیکن جب تک عملاً ایسا نہیں ہوتا تب تک انہی ادھورے اور ناقص عدالتی فیصلوں کو عارضی طور پر تسلیم کرکے اس قانونی تشریح پر عمل کیا جاسکتا ہے جو پچھلے چالیس سال سے متداول ہے۔ ۲۰۲۲ء کے فیصلے کے بعد قادیانیوں نے اس ریاستی قانونی تشریح کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کی کوشش کی، جسے مسلمانوں کی طرف سے کامیاب نہیں ہونے دیا گیا۔ مرزائیوں کی طرف سے تو اس ریاستی قانونی تشریح کے خلاف پروپیگنڈا کی وجہ سمجھ میں آتی ہے، لیکن بعض مسلم اہل علم ودانش قربانی کے مسئلے کو ''ابہام'' ڈکلیئر کرکے مرزائیوں کو کیوں استدلال مہیا کرنا چاہتے ہیں، یہ بات ناقابل فہم ہے۔

ایک اہم قانونی پہلو یہ ہے کہ سپریم کورٹ کے ۲۰۲۲ء کے فیصلے اور اس سے قبل شریعہ کورٹ کے فیصلے میں مرزائیوں کو اجتماعی سطح پر اسلامی شعائر اپنانے کی جو اجازت دی گئی ہے، اس کا اطلاق صرف ان کی عبادت گاہ تک محدود ہے۔ اس لئے "Place of Worship" کا ترجمہ ''چاردیواری'' کی بجائے ''عبادت گاہ'' کیا جائے گا۔ اگر اس کا ترجمہ چاردیواری کیا جائے تو فیصلے کی سینس نہیں بنتی کہ مرزائی کسی بھی عمارت کو چار دیواری ڈکلیئر کرکے اسلامی شعائر کا اظہار شروع کر دیں گے اور اس سے نقصِ امن کے وہ تمام مسائل پیدا ہوں گے، جن کی بنیاد پر تین عدالتی فیصلے اور امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری ہوا۔ جہاں تک چار دیواری کے اندر انفرادی عبادت کی ادائیگی، پرائیویسی کے حق اور بنیادی انسانی حقوق کا تعلق ہے تو یہ حقوق انہیں تب تک حاصل ہوں گے، جب تک ان کے رویئے اور عمل میں دھوکا دہی کا عنصر شامل نہیں ہوگا۔ اگر یہ پرائیویسی کی آڑ میں دھوکا دہی کی روش اختیار کرتے ہیں تو امتناع قادیانیت آرڈی نینس کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے اور ایسی صورت میں ان کا پرائیویسی کا حق

ختم ہو جائے گا اور قانون اپنا راستہ لے گا۔ یاد رہے یہ موجودہ سقم زدہ قانون کی روشنی میں عارضی انتظامی حل ہے۔

بعض مسلم اہل علم و دانش کی طرف سے مرزائیوں کے بارے ایک عمومی پروپیگنڈا یہ کیا جارہا ہے کہ ہمیں نفرت کی بجائے دعوت کا ماحول پیدا کرنا چاہئے، کچھ مسلمان اہل علم تو مستقل اس موقف پر اپنی توانائیاں صرف کررہے ہیں لیکن حالیہ بحث کے بعد کچھ نئے مصلحین بھی سامنے آئے ہیں اور اکابرین کی بعض عبارات اور پوری کتاب سے کسی ادھورے صفحے کا اسکرین شارٹ شیئر کرکے امت کو دعوت کا اسلوب سکھا رہے ہیں۔ یکطرفہ مطالعہ و مشاہدہ اور یک رخی سوچ انسان کو ہمیشہ غلط نتائج تک پہنچاتی ہے۔ بعض ذاتی مشاہدات یا دائیں بائیں سے تاثر لے کر رائے دے دی جائے یا حسن ظن کی بجائے دیگر جذبات غالب آجائیں تو اس طرح کے رویوں کا صدور ہوتا ہے۔ ختم نبوت کے حوالے سے متحرک تنظیموں کے ایک ایک فرد کے ہاتھ پر سینکڑوں مرزائی دائرہ اسلام میں داخل ہوچکے ہیں اور اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ تعداد ہزاروں میں ہے۔

یہ سب کیسے ممکن ہوا، ظاہر ہے یہ بغیر دعوت کے ممکن نہیں تھا۔ دعوت سے کس کو اختلاف ہوسکتا ہے، مگر سوال یہ ہے کہ کیا وجہ ہے ہمیں عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں اور سکھوں کو غیر مسلم ڈکلیئر کرنے، ان کی عبادات کو عبادت گاہ تک محدود کرنے کے خلاف تحریک چلانے کی نوبت نہیں آئی، نہ ہی کسی مذہب کے خلاف امتناع قادیانیت آرڈی نینس جیسے قانون کی ضرورت پیش آئی۔ اس لئے ہمیں انہیں غیر مسلم ڈکلیئر کرنے کے ساتھ ان کی دیگر ''حرکتوں'' پر بھی نظر رکھنے کی ضرورت ہے اور ان ''حرکتوں'' پر نظر رکھنے کو کوئی نفرت کا نام دے یا کچھ اور، بہرحال یہ ضروری ہے۔

مذکورہ تمام صورتیں موجودہ سقم زدہ قانون کی صورت میں ہیں کہ انتظامیہ مرزائیوں کی دھوکا دہی کی روش کو روکنے اور نقص امن کے خدشات سے نمٹنے کے لئے اس طرح کا انتظامی بندوبست کرسکتی ہے۔ اصل حق یہی ہے کہ مرزائی مذہب اسلام کے تمام عقائد، عبادات، روایات، معاملات اور تقریبات کو چھوڑ کر اپنے الگ نام رکھیں، خود کو غیر مسلم ڈکلیئر کریں، پاکستان کے آئین و قانون کو تسلیم کریں اور بطور اقلیت وہ تمام حقوق حاصل کریں جو دیگر اقلیتوں کو حاصل ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۱۵؍جولائی ۲۰۲۳ء)

قاری محمد رمضان مکیؒ ....مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

راقم کے ایک پھوپھی زاد بھائی تھے۔ قاری محمد رمضان مکیؒ وہ قصبہ مڑل کے معروف تبلیغی بزرگ مولانا عبدالرحیم میواتیؒ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ عربیہ محمدیہ قصبہ مڑل میں زیر تعلیم تھے۔ بچپن میں ان کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا اور ان کی تدفین قصبہ مڑل کے مرکزی قبرستان میں ہوئی وہ اپنی والدہ مرحومہ کی قبر پر بہت جاتے، خوبرو انسان تھے ایک جن عورت ان پر فریفتہ ہوگئی۔ دوران تعلیم طلبا جامعہ کو معلوم ہوگیا کہ قاری محمد رمضان کا ایک جن سے تعلق ہے، طلبا اسے چھیڑتے رہتے ایک رات جامعہ کی مسجد میں مطالعہ کررہے تھے کہ طلبا نے انہیں کہا کہ اپنے دوست جن کی زیارت تو کراؤ۔ قاری محمد رمضانؒ نے آواز دی تو بڑی شہد کی مکھیوں نے مسجد کو گھیر لیا۔ طلبا جوتے سنبھالے بغیر مسجد چھوڑ کر بھاگ گئے۔ باہر مولانا عبدالرحیم ٹہل رہے تھے تو انہوں نے فرمایا کیوں بھاگ رہے ہو؟ طلبا نے کہا کہ بڑی شہد کی مکھیوں نے مسجد کو گھیر لیا ہے۔ مولانا نے پوچھا کہ وہاں قاری محمد رمضان تو موجود نہیں ہیں؟ طلبا نے کہا کہ موجود ہے۔ مولانا سمجھ گئے اور آکر محمد رمضان کو ڈانٹا، یوں طلبا کی مکھیوں سے جان چھوٹی۔ بہت علاج معالجہ کرایا۔ موصوف ۱۹۷۴ء میں مدرسہ اشرف المدارس فیصل آباد میں درجۂ کتب میں زیر تعلیم تھے، وہاں ایک استاذ غالباً قاری محمد عیسیٰ تھے جو جنات وغیرہ کے معاملات میں مہارت رکھتے تھے، ان کی علاج سے جان چھوٹ گئی۔ موصوف دورۂ حدیث شریف تو نہ کرسکے، لیکن اکثر کتب کی تعلیم حاصل کی اور مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ مکہ مکرمہ جانے سے پہلے ان کا نکاح راقم کی ہمشیرہ محترمہ ام بلال صاحبہ سے ہوگیا۔ مکہ مکرمہ میں انہیں ایک مسجد میں امامت مل گئی۔ اس دوران انہوں نے اہلیہ محترمہ کو مکہ مکرمہ بلالیا۔ ان کو اللہ پاک نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی عطا کی۔ بیٹے کا نام محمد بلال رکھا اور بیٹی کا نام کلثوم رکھا۔ بیمار ہوئے اور مکہ مکرمہ میں ۲۹؍جنوری ۱۹۸۹ء مسجد کے ملحقہ مکان میں ان کی وفات ہوگئی۔ ہمارے ایک چچازاد حاجی اللہ دتہ مکہ مکرمہ میں محنت مزدوری کے لئے گئے ہوئے تھے۔ وہ مکہ مکرمہ کسی کام کی خاطر آئے یا عمرہ کے لئے تو انہوں نے قاری صاحب کے مکان میں بیل (گھنٹی) دی تو ایک خاتون نے پوچھا کون؟ تو حاجی اللہ دتہ نے نام اور قاری صاحب کے ساتھ رشتہ بتلایا تو خاتون نے کہا کہ ان کی تو وفات ہوچکی ہے۔ میں ان کی اہلیہ سے پوچھ کر بتلاتی ہوں، تو ہمشیرہ سے پوچھا تو وہ خوشی سے اور رونے لگیں کہ اللہ پاک نے صدمہ کی اس گھڑی میں حاجی اللہ دتہ کو فرشتہ رحمت بنا کر بھیجا ہے، اس طرح مرحوم کی تجہیز و تکفین میں آسانی ہوگئی اور مرحوم کی نماز جنازہ حرم شریف میں ادا کی گئی اور انہیں جنت المعلیٰ کی تدفین نصیب ہوگئی۔ حاجی اللہ دتہ نے ان کے والد محترم حاجی محمد بخش اور ہم سے رابطہ کیا کہ مرحوم کی میت ملتان لائیں یا ان کی تدفین مکہ مکرمہ میں کردی جائے؟ ان کے والد محترم سمیت ہم سب کی رائے تھی کہ انہیں مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین سے کیوں محروم کیا جائے۔ ہمشیرہ سے فون پر تعزیت کی، راقم نے کہا کہ ان کے پاس اکابر کی تقاریر پر مشتمل کیسٹوں کا ایک ذخیرہ ہے، باقی کوئی چیز لائیں یا نہ لائیں، وہ کیسٹیں ضرور لے کر آئیں، یہ تاریخی ریکارڈ ہے۔ ہمشیرہ نے مہربانی کی کہ درجنوں کیسٹیں اٹھا کر ساتھ لائیں۔ اللہ پاک ہمشیرہ محترمہ کو جزائے خیر عطا فرمائیں وہ تمام ریکارڈ لے آئیں۔

سالانہ تحفظ ختم نبوت کورس، کراچی

رپورٹ:.....مولانا محمد عبداللہ چغرزئی، کراچی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے زیراہتمام عیدالاضحیٰ کی چھٹیوں میں ہونے والا چارروزہ تحفظ ختم نبوت کورس امسال بھی منعقد ہوا۔ ۲؍جولائی بروز اتوار صبح آٹھ بجے تا ساڑھے بارہ بجے چارروزہ ختم نبوت کورس ختم نبوت دفتر (پرانی نمائش) میں شروع ہوا، جس میں مختلف مدارس سے تعلق رکھنے والے طلبا اور مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے عوام الناس نے شرکت کی۔ شرکاء کی تعداد تقریباً ۲۷۰ تھی۔ کورس کے اسباق بالترتیب ہوئے، سب سے پہلے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ملیر کے مسؤل مولانا محمد اسحاق مصطفیٰ نے ’’عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعارف‘‘ کے عنوان پر پڑھاتے ہوئے کہا کہ پاکستان ۱۹۴۷ء میں آزاد ہوا، آزادی کے دوسال بعد جب علماء کرام نے پاکستان کے اندر قادیانیت کی بڑھتی ہوئی سازشوں کو بھانپ لیا تو علماء ربانیین نے فوری طور پر ۱۹۴۹ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی، پہلے امیر، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ منتخب ہوئے، جن کی امارت میں ۱۹۵۳ء کی تحریک چلی۔ ان کے بعد خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ امیر مرکزیہ منتخب ہوئے۔ پھر حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ منتخب ہوئے۔ ان کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے چوتھے امیر حضرت مولانا لال حسین اخترؒ منتخب ہوئے، ان کے بعد کچھ عرصے کے لئے فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ امیر منتخب ہوئے، مگر حضرت ضعف کی وجہ سے امارت سے مستعفی ہوگئے، پھر ان کے بعد علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ امیر منتخب ہوئے، جن کی قیادت میں ۱۹۷۴ء کی تحریک چلی، جس میں قادیانیوں کو کافر قرار دے دیا گیا، پھر ان کے بعد خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمدؒ امیر منتخب ہوئے، جن کی امارت میں ۱۹۸۴ء کی تحریک چلی جس میں قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال کرنے سے روک دیا گیا، پھر ان کے بعد حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ امیر منتخب ہوئے، ان کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ امیر منتخب ہوئے، پھر ان کے بعد حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانیؒ امیر منتخب ہوئے۔ مولانا محمد اسحاق مصطفیٰ نے جماعت کا تعارف کراتے ہوئے مزید کہا کہ جماعت کے دو ہی مقاصد ہیں، پہلا مقصد حفاظت ایمان اور دوسرا مقصد دعوتِ ایمان ہے۔ مسلمانوں کے ایمان پر پہرہ دینا اور قادیانیوں کو دعوتِ ایمان دینا۔ ان کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع کورنگی کے مسؤل مولانا محمد عادل غنی کا درس عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر ہوا۔ جس میں انہوں نے کہا کہ اگر اللہ

ایمان کے لیے دعائے نبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان ویقین کی دعا مانگتے اور کفر وارتداد سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے، ذیل میں دعائیں ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔اَللّٰھُمَّ أَعْطِني إیمانًا صادِقًا ویَقینًا لیس بعدَہٗ کُفرٌ۔ (صحیح ابن خزیمہ، حدیث:۱۱۱۹)

اے اللہ! مجھے ایسا سچا ایمان اور یقین عطا فرمائیے جس کے بعد کفر (وارتداد) نہ ہو!

۲۔اَللّٰھُمَّ إني أَعوذُ بِکَ مِنَ الکُفرِ۔ (نسائی:۱۳۴۷)

اے اللہ! میں کفر (وارتداد) سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

ہمیں بھی اپنے لیے اپنی اولاد اور امت مسلمہ کے لیے سچے ایمان کی دعا کرنی چاہیے اور کفر وارتداد سے اللہ کی پناہ مانگتے رہنا چاہیے!

۳۔یامُقلِّبَ القلوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلٰی دِیْنِکَ۔ (مشکوٰۃ)

اے دلوں کو الٹنے پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر جمادیجیے!

رب العزت صرف ایک ہی آیت اس عقیدہ کی اہمیت پر اوراسی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان نبوت سے صرف اتنا ہی فرما دیتے کہ ''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی'' تو کافی تھا، مگر اللہ رب العزت نے مسلمانوں کے دلوں میں اس عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کو بٹھانے کے لئے قرآن کریم کی تقریباً سو آیات مبارکہ نازل فرمائیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی صبح تک رہتی امت کے دلوں میں اس عقیدہ کو پیوست کرنے کے لئے ۲۱۰ احادیث مبارکہ ارشاد فرمائیں، جس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت جیسی عظیم الشان نعمت کو اپنے اوپر ختم قرار دیا ہے۔ ان کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا عبدالحئی مطمئن نے عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام پر تفصیلی دلائل دیئے۔ انہوں نے کہا کہ عقیدہ حیات عیسیٰ قرآن کریم کی بارہ آیت مبارکہ اور کئی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا محمد قاسم نے عقیدہ امام مہدی اور فتنہ گوہر شاہی پر درس دیا۔ مولانا نے فتنہ گوہر شاہی کے بانی ریاض احمد گوہر شاہی اور فتنہ قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی دونوں کو دشمن اسلام قرار دیتے ہوئے دونوں کے درمیان کئی مماثلتیں بیان کیں۔ حضرت مولانا مفتی نصر اللہ صاحب نے فتنہ غامدیت اور فتنہ مرزا محمد علی جہلمی پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔ حضرت مولانا محمد قاسم سدوخانی صاحب نے الحاد وزندقہ پر لیکچر دیا۔ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے استاذ مولانا مفتی کامران اجمل صاحب نے حجت حدیث پر درس دیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع شرقی کے مسؤل مولانا محمد رضوان نے تحاریک ختم نبوت پر ایمان افروز، وجد آفریں درس دیا۔ طلبا اور عوام الناس کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہر وقت تیار رہنے کی تلقین کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع جنوبی کے مسؤل مولانا محمد کلیم اللہ نعمان نے قادیانی اعتراضات اور ان کے جوابات کے عنوان پر درس دیا۔ آخری روز طلبا سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعارف، مقاصد، قیادت باسعادت، عالمی مجلس نے امت کو کیا دیا اور عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور اصول مناظرہ کے عنوان پر حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب کی تفصیلی گفتگو ہوئی۔

بحمداللہ! تمام طلبا نے اسباق قلم بند کئے اور اس بات کا بھی عزم کیا کہ آئندہ اس طرح کے کورسز میں بھرپور طریقے سے شرکت کریں گے۔ کورس کے اختتام پر ۱۵۰ طلبا نے امتحان دیا، کامیابی حاصل کرنے والے طلبا کو کتابوں کا سیٹ اور سند امتیاز سے بھی نوازا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ پڑھانے والے اساتذۂ کرام کو بھی خوشبو پر مشتمل مختصر سا ہدیہ پیش کیا گیا۔

اللہ رب العزت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام کاموں کو اپنے دربارِ الٰہی میں قبول فرمائیں اور ہم سب کو تاحیات اس عظیم مشن کے ساتھ منسلک رہنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

برصغیر کے مسلمانوں کی قوتِ ایمانی

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کی آزادی میں مسلمانوں نے اپنے خون بہائے ہیں، جانیں دی ہیں، تختۂ دار کو چوما ہے؛ تب جاکر یہ ہندوستان آزاد ہوا ہے؛ لیکن آج یہ فرقہ پرست مسلمانوں کی قربانیوں کی کوئی قدر نہیں کررہے ہیں اور انھیں تاریخ کے صفحات سے کھرچ کر ختم کردینا چاہتے ہیں؛ غرض یہ کہ اگر ایمان کی مضبوطی نہ ہوتی تو یہ ملک آزاد نہ ہوتا، اس وقت لوگوں کو عیسائیت کی دعوت دی جاتی تھی کہ اگر عیسائی بن جاؤ تو جان بچ جائے گی؛ مگر کسی نے اسلام کو نہیں چھوڑا۔

سرخیل مجاہد آزادی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اپنے شاگرد حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ سے فرمارہے تھے کہ ہم ہندوستانیوں کا ایمان اتنا مضبوط تھا کہ پھانسی کے وقت بھی کوئی خوف زدہ نہیں ہورہا تھا، ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''پھانسی گڑی ہوئی تھی اوران ناکردہ مظلوموں کا پرّا بندھا ہوا تھا (یعنی لائن لگی تھی) جن کو پھانسی کا حکم دیا جاچکا تھا، وہ لوگ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ ایک نعش کو اتارا جارہا ہے اور دوسرے زندہ کو چڑھایا جارہا ہے، اس طرح موت ان کی نظر کے سامنے تھی اور ان کو عین الیقین تھا کہ چند منٹ بعد میرا شمار مُردوں میں ہوا چاہتا ہے؛ بایں ہمہ کوئی جھوٹوں بھی ان کے متعلق ضعفِ ایمان کا یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ کسی بچہ نے بھی موت سے ڈرکر اسلام سے انحراف یا تبدیل مذہب کا خیال کیا ہو، باوجود قلتِ علم اور غلبۂ جہالت کے ان کا ایمان اتنا پختہ تھا کہ مرنا قبول تھا؛ مگر مذہب پر حرف آنا قبول نہ تھا۔''

(تذکرۃ الخلیل ص ۱۶۸، بحوالہ کفر وارتداد کا زمانہ اور امت مسلمہ کی بے حسی، ص ۱۸۱)

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی و تبلیغی اسفار

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہ سے ملاقات: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد اویس کوئٹہ، مولانا محمد حسین ناصر سکھر، محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا ابرار شریف حیدرآباد نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور جامعہ خیرالمدارس ملتان کے مہتمم مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہ سے ملاقات کی اور انہیں ۳۱/ اگست کوئٹہ اور یکم ستمبر حیدرآباد میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں میں شرکت کی دعوت دی، انہوں نے قبول کرلی۔ ان سے تقریباً ایک گھنٹہ طویل نشست ہوئی۔ مولانا نے فرمایا کہ جامعہ خیرالمدارس کے قیام کو چھیانوے سال پورے ہوچکے ہیں۔ چار سال بعد سو سال پورے ہوں گے تو انشاء اللہ العزیز سوسالہ تقریب منعقد کریں گے۔

مولانا نے فرمایا کہ جامعہ خیرالمدارس جالندھر میں ۹۶ سال پہلے شروع ہوا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے روح رواں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ جالندھر کے زمانہ میں مدرسہ کے تلمیذ رشید ہیں، قیامِ پاکستان کے بعد دادا جی حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ بانی جامعہ خیرالمدارس جالندھر اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ جو تقسیم سے پہلے امرتسر میں جامعہ نعیمیہ کے نام سے ادارہ چلارہے تھے۔ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی امرتسر میں حضرت مفتی صاحب کے زیر تعلیم رہے۔

حضرت مولانا خیر محمدؒ اور مولانا مفتی محمد حسنؒ لاہور تشریف لائے اور مشورہ کیا کہ لاہور میں ادارہ قائم کیا جائے۔ حضرت مولانا خیر محمدؒ کی رائے تھی کہ اس کا نام جامعہ خیرالمدارس رکھا جائے، جبکہ حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے تھے، اس کا نام جامعہ نعیمیہ رکھا جائے جب دونوں حضرات اپنی رائے پر مصر ہوئے تو دادا جیؒ نے فرمایا: چونکہ ہم دونوں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مسترشدین اور خدام ہیں۔ لہٰذا ادارہ کا نام جامعہ اشرفیہ رکھا جائے۔ چنانچہ اس رائے کو پسند کرکے جامعہ اشرفیہ کے نام سے پہلے نیلا گنبد میں بعدازاں فیروز پور روڈ پر وسیع و عریض رقبہ خرید کرکے جامعہ اشرفیہ قائم کیا گیا۔

فیصل آباد جس کا پہلا نام لائل پور تھا کے احباب نے حضرت مولانا خیر محمدؒ سے درخواست کی کہ لاہور میں پہلے ادارے موجود ہیں جبکہ فیصل آباد میں ہمارا کوئی بڑا ادارہ نہیں تو آپ لائل پور تشریف لائیں تو دادا جیؒ لائل پور پہنچے ہی تھے کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ لائل پور (فیصل آباد) تشریف لے گئے اور دادا جیؒ کو ملتان لائے۔

راقم نے عرض کیا کہ دادا جیؒ کی تشریف آوری سے پہلے حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے ''جامعہ محمدیہ'' کے نام سے مسجد سراجاں چوک حسین آگاہی ملتان میں ادارہ قائم کیا ہوا تھا تو جونہی خیرالمدارس کا قیام عمل میں لایا گیا تو حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے اپنے ادارہ جامعہ محمدیہ کے استاذ، طلبا، لائبریری، تپائیاں اور جامعہ محمدیہ کے تمام اثاثے جامعہ خیرالمدارس کے سپرد فرماکر کہا کہ آپ جامعہ چلائیں جبکہ میں ختم نبوت کا کام کروں گا۔ امام القرا حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتیؒ مولانا جالندھریؒ کی دریافت تھے۔ مولانا قاری محمد حنیف صاحب سے کافی دیر گفتگو فرماتے رہے۔ مولانا سے ملاقات کرکے ہم مقبرۃ الخیر میں حاضر ہوئے، جہاں حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ (متوفی ۲۲/ اکتوبر ۱۹۷۰ء) حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ (متوفی ۲۶/ صفر المظفر ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۱/ اپریل ۱۹۸۱ء) حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتیؒ (متوفی ۲۹/ ستمبر ۱۹۸۲ء)، حضرت مولانا حافظ رشید احمدؒ فرزند ارجمند حضرت مولانا خیر محمدؒ (۲۵/ فروری ۱۹۷۲ء)، حضرت مولانا عبدالحقؒ فرزند ارجمند مولانا خیر محمد جالندھریؒ (۲۰/ جنوری ۱۹۹۴ء) ان مزارات پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی اور مذکورہ بالا حضرات کے رفع درجات کی دعائیں کرکے دفتر میں واپس ہوئے۔

ختم نبوت کورس، لاہور: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور ہر ماہ میں کئی ایک مقامات پر ختم نبوت کورسز کا اہتمام کرتی ہے۔ جن میں وقتاً فوقتاً

راقم کو بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ ۱۷، ۱۸؍جون کو جامع مسجد مہر دین سلطان پورہ روڈ میں مغرب سے عشا تک کورس منعقد ہوا۔ جس میں کثیر تعداد میں مسلمانوں نے شرکت کی۔ کورس مولانا خالد محمود اور مولانا سمیع اللہ کی شبانہ روز محنت کی وجہ سے کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ ۱۷؍جون کو مولانا عزیز الرحمٰن ثانی اور مولانا خالد محمود نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت پر لیکچر دیئے اور قادیانی شبہات کے جوابات دیئے۔ ۱۸؍جون کو مولانا خالد محمود کی صدارت میں کورس منعقد ہوا، جس میں مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے مرزا قادیانی کے کردار و کریکٹر پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ’’مرزا قادیانی غیر محرم عورتوں سے اپنا جسم دبواتا تھا، جو غیر محرم عورتوں سے جسم دبوائے وہ ایک شریف انسان نہیں ہوسکتا، چہ جائیکہ اسے نبوت کے منصب پر فائز گردانا جائے۔ قادیانی لٹریچر کے مطابق قادیانی مرزا شراب پیتا تھا، جو شراب پیئے وہ اللہ کا نبی نہیں ہوسکتا۔ قادیانی لٹریچر کے مطابق مرزا قادیانی زانی اور بدکار تھا، جو زانی و بدکار ہو وہ اللہ کا نبی نہیں ہوسکتا اور اللہ کا نبی ان گناہوں سے دور ہوتا ہے۔ کورس کے سامعین حیرت واستعجاب میں ڈوبے ہوئے مرزا قادیانی کے گھناؤنے کردار کی وجہ سے اس سے نفرت کا اظہار کرنے لگے۔ کورس کے آخر میں سامعین میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا لٹریچر فری (مفت) تقسیم کیا گیا۔ کورس کا اختتام شمالی لاہور کے فعال ومتحرک راہنما مولانا خالد محمود کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

استاذ العلماء مولانا عبدالمجید فاروقیؒ

کے ادارہ میں: شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید چک نمبر ۶۲۷، ٹی ڈی اے مظفر گڑھ کے رہنے والے زمیندار فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے سات ماہ میں قرآن پاک حفظ کی تکمیل کی۔ ابتدائی چند سال مدرسہ مظاہر العلوم کوٹ ادو میں پڑھتے رہے۔ وسطانی اور منتہی کتابیں دارالعلوم کبیر والا میں حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانوی، مولانا منظور الحق، مولانا ظہور الحق، مولانا مفتی علی محمد، مولانا سید فیض علی شاہ، حضرت مولانا صوفی محمد سرور رحمہم اللہ تعالیٰ سے پڑھیں۔ جب دورۂ حدیث شریف کی بات آئی تو آپ نے دارالعلوم کبیر والا کے بانی اور اپنے بڑے استاذ حضرت مولانا عبدالخالقؒ المعروف صدر صاحب سے اجازت طلب کی کہ حضرت میں دورۂ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند میں پڑھنا چاہتا ہوں، اس لئے کہ آپ تو پڑھاتے نہیں، حضرت صدر صاحبؒ نے فرمایا کہ میں بخاری پڑھاؤں گا۔ اس طرح آپ نے ۱۹۶۴ء میں دارالعلوم کبیر والا سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ حضرت صدر صاحبؒ کے حکم سے ایک سال دارالعلوم کبیر والا میں تدریس اور نائب مہتمم کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ جامعہ نعمانی کمالیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ اور عیدگاہ بھکر میں بھی تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۸ء میں مکی مسجد چوک سرور شہید میں تدریس فرماتے رہے۔ فروری ۲۰۰۱ء میں وسیع وعریض قطعۂ اراضی پر جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام کی بنیاد رکھی، آپ کے اخلاص کی برکت سے کئی ایک کمرہ جات، درسگاہیں، دارالاقامے، کوہِ قامت مسجد تعمیر ہوچکی ہیں۔ آپ نے اپنے استاذ محترم حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے حکم پر دورۂ حدیث شریف کا آغاز کیا۔ کریما سے بخاری یعنی اعدادیہ سے عالمیہ تک وقتاً فوقتاً تمام کتب کی تدریس کی۔ آپ کا سیاسی طور پر تعلق اہل حق کی عظیم سیاسی قوت جمعیت علمائے اسلام سے رہا۔ جمعیت کے پلیٹ فارم سے کئی ایک مرتبہ الیکشن میں بھی حصہ لیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خورد وکلاں سے محبت فرماتے۔ راقم کو کئی مرتبہ آپ کے حکم سے ان کی جامع مسجد مکی، جس میں آپ نے جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام کا آغاز کیا، جمعہ پر حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ راقم طالب علمی کے زمانہ میں غالباً ۱۹۷۳ء میں دورۂ تفسیر پڑھنے کے لئے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ سے پڑھنے کے لئے راولپنڈی گیا۔ بندہ بیمار ہوگیا۔ ایک ہفتہ تاب نہ لا سکا تو چھوڑ کر واپس ہوا۔ اپنے

ABDULLAH SATTAR DINA
& Sons Jewellers
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silvers, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85, Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Phone :32514972, 32531133

احباب کو ملتے ملاتے چوک سرور شہید آ گیا۔ دریں اثنا خرچ سفر ختم ہوگیا، سنا تھا کہ مولانا عبدالمجید فاروقیؒ استاذ جی حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے شاگرد رشید ہیں، مولانا کو ملا اور استدعا کی کہ دس روپے قرض عنایت فرمادیں۔ مرحوم ومغفور نے مہربانی فرماتے ہوئے اعتبار کرکے دس روپے ایک غریب الدیار مسافر طالب علم کو عنایت فرمادیئے۔ اسی دوران آپ جامعہ باب العلوم کہروڑپکا تشریف لائے، راقم ان دنوں کہروڑپکا میں زیر تعلیم تھا۔ دس روپے واپس کئے، مولانا فرمانے لگے کہ یہ کیا؟ راقم نے کہا کہ فلاں موقع پر آپ سے لئے تھے۔ جنوری ۲۰۲۱ء کو روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہوئے، علاج معالجہ کیا گیا۔ بہانہ بننا تھا اور یہ حادثہ جان لیوا ثابت ہوا۔ آپ نے ۵/جمادی الاخریٰ ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۹/جنوری ۲۰۲۱ء جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ اللہ پاک نے آپ کو چار بیٹوں سے سرفراز فرمایا۔ تین بیٹے عالم دین ہیں۔ بڑے بیٹے مولانا عبیداللہ انورؒ آپ کے جانشین اور مدرسہ کے مہتمم مقرر ہوئے جبکہ چھوٹے فرزندارجمند مولانا محمد زبیر شیخ الحدیث، مولانا سعید اللہ ارشد فاضل جامعہ باب العلوم مدرسہ کے ناظم مقرر ہوئے۔ قاری عصمت اللہ تجوید و قرأت کے استاذ ہیں۔ ۲۵/ جون ۲۰۲۳ء کو ضلع لیہ، بھکر کے مبلغ مولانا محمد نعیم کے تعارف کے سلسلہ میں حاضری ہوئی۔ مولانا سعید اللہ حفظہ اللہ سے معلومات لیں اور آپ کی خدمت میں عرض کردیں۔

مولانا محمد نعیم کا تبادلہ اور تعارف کے سلسلہ میں دورہ: مولانا محمد نعیم سلمہ جامعہ باب العلوم کہروڑپکا کے فاضل ہیں، خوشاب میں مبلغ تھے۔ انہیں خوشاب سے تبدیل کرکے لیہ اور بھکر کا مبلغ مقرر کیا گیا۔ شوال المکرم کی میٹنگ میں طے ہوا کہ راقم ان کے حلقہ میں ان کا تعارف کرائے گا۔ چنانچہ ۲۵/جون ظہر کی نماز جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرور شہید میں ادا کی اور احباب سے ان کا تعارف کرایا۔ عصر کی نماز مدرسہ دارالہدیٰ چوک اعظم میں ادا کی۔ جامعہ کے مہتمم مولانا عبیداللہ مدظلہ اساتذہ کرام مولانا مفتی محمد یاسین حفظہ اللہ، مولانا محمد ابوبکر سلمہ اور دیگر اساتذۂ کرام سے ان کا تعارف کرایا۔ قبل از مغرب جامعہ اشرف المدارس لیہ کے مہتمم مولانا عبدالرحمٰن سے ملاقات کی۔

موتی مسجد لیہ میں بیان: موتی مسجد کے خطیب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لیہ کے امیر مولانا محمد حسین مدظلہ ہیں۔ جبکہ امام آپ کے فرزند ارجمند قاری محمد امین ہیں۔ لیہ مجلس کے ناظم مولانا قاری عبدالشکور ہیں۔ ان کے حکم پر مغرب کی نماز کے بعد بیان کی سعادت نصیب ہوئی۔ جبکہ عشا کی نماز کرنال والی مسجد لیہ میں ادا کی اور رات کو بھی کرنال والی مسجد کے مہمان خانہ میں آرام کیا۔ کرنال والی مسجد کے متولی اور مسجد سے ملحقہ مدرسہ کے مہتمم جناب ماسٹر محمد شفیق مدظلہ ہمارے حضرت خاکوانی صاحب دامت برکاتہم کے مسترشدین میں سے ہیں اور مجلس کے خورد و کلاں سے محبت فرماتے ہیں۔ چنانچہ ۲۶/جون صبح کی نماز کے بعد مولانا محمد نعیم سلمہ کا بیان ہوا۔

جامعہ رحیمیہ تعلیم القرآن: کوٹ سلطان کے بانی قاری عبدالغفور گرمانی مدظلہ ہیں، مجلس سے بہت محبت کرتے ہیں، صبح کی نماز کے بعد کوٹ سلطان جامعہ میں حاضری ہوئی اور مبلغ صاحب کا تعارف کرایا۔ مولانا عبدالمجید قاسمی مدظلہ تنظیم اہلسنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ اور صاحبِ طرز خطیب ہیں دائرہ دین پناہ میں مدرسہ کے بانی اور مسجد کے خطیب ہیں، ان سے اور ان کے فرزندان گرامی سے ملاقات ہوئی۔ کوٹ ادو مجلس کے عہدیداروں سے بارہ بجے کے بعد ملاقات کی۔ کوٹ ادو مجلس کے امیر مولانا مفتی محمد عبداللہ، مولانا مفتی محمد ادریس، عبدالخالق، مولانا محمد عارف اور دیگر احباب ۷/ستمبر کو کوٹ ادو میں سیمینار کی تجویز پیش کررہے تھے۔ راقم نے ان کی تجویز کی بھرپور تائید کی۔

چھوک واہی میں خطبہ جمعہ: ۳۰/جون بروز جمعۃ المبارک کا خطبہ راقم نے چھوک واہی

ABDULLAH SATTAR DINA
& Sons Jewellers
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silvers, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85, Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Phone :32514972, 32531133

جلال پور پیروالا کی جامع مسجد اللہ والی میں دیا۔ جامع مسجد اللہ والی کے بانی حضرت مولانا قاری غلام حسن مدظلہ ہیں۔ استاذ القراحضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی مہاجر مدنیؒ کے شاگرد رشید اور جامعہ قادر پور صالحہ کے فاضل ہیں۔ ایک عرصہ کوٹ عبدالمالک ضلع شیخوپورہ میں استاذ رہے۔ اور وہیں سے رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوئے اور اپنے علاقہ میں توحید وسنت کا مرکز قائم کیا۔ ہر جمعہ درس قرآن مجید کی طرز پر بیان فرماتے ہیں اور سورۃ نور تک پہنچ چکے ہیں، اپنے بھائیوں اور برادری کے شور وشغب اور مخالف کے علی الرغم توحید وسنت کا پرچم بلند کئے ہوئے ہیں۔ جلال پور پیروالا کے علاقہ میں دو شخصیات علمی طور پر عظیم گزری ہیں۔ حضرت مولانا غلام رسول پونٹویؒ جو فاضل دیوبند اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے شاگرد رشید تھے اور علاقہ میں بابا کالا کے نام سے مشہور تھے اور صرف ونحو کے فنون کے امام تھے جو جنوبی پنجاب کے استاذ الکل تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، مرشد العلماء حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ اور میرے استاذ جی مفسر القرآن مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ جیسے کبار علماء کرام ان کے تلامذہ تھے۔ دوسرے عظیم عالم جنہیں ثانی سیبویہ کہا جا سکتا ہے، وہ حضرت مولانا عبدالستارؒ (قادر پور صالحہ) تھے۔ راقم کو دونوں حضرات کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ قاری غلام حسن مدظلہ موخرالذکر کے تلمیذ رشید ہیں راقم نے تاحیات سال میں ایک جمعہ ان سے بیان کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اللہ پاک نبھانے کی توفیق دیں۔ ☆☆

ختم نبوت کانفرنس، شاد باغ لاہور

لاہور...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت شمالی لاہور کے زیراہتمام تاریخ ساز ختم نبوت کانفرنس ٹوکے والا چوک شاد باغ لاہور میں امیر مجلس لاہور شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد حسن کی صدارت میں ہوئی۔ کانفرنس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا، مولانا عزیز الرحمن ثانی، متحدہ جمعیت اہلحدیث کے مرکزی رہنما شیخ محمد نعیم بادشاہ، بریلوی مکتب فکر کے مولانا غلام حسین نعیمی، جماعت اسلامی کے محمد شوکت، پیر میاں محمد رضوان نفیس، مبلغ ختم نبوت لاہور مولانا عبدالنعیم، جے یو آئی کے مولانا محمد اشرف گجر، مولانا محمد زبیر، محمد افضل خان، مولانا عبدالشکور حقانی، مولانا عبدالحسیب، مولانا محمد قاسم گجر، مولانا عبدالغفور نقشبندی، مولانا صغیر احمد، مولانا محبوب الحسن طاہر، مفتی خالد محمود، مولانا محمد عرفان، مولانا عتیق الرحمن، مولانا مفتی محمد عثمان، مولانا محمد عرفان، مولانا عبدالعزیز، مولانا سمیع اللہ، قاری محمد عارف صدیقی، مولانا عتیق الرحمن راشدی، مولانا خالد محمود، مولانا سعید وقار، مولانا عابد حنیف کمبوہ سمیت کانفرنس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے امت کے تمام طبقات نے بھرپور انداز میں شرکت کی۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کا تحفظ ہر کلمہ گو کی ذمہ داری ہے۔ تمام مسلمانوں کو اسلام اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جذبہ صدیقی سے سرشار ہو کر میدان عمل میں نکلنا ہوگا۔ قادیانیوں کی سہولت کاری کرنے والے اپنی دنیا اور عاقبت خراب کر رہے ہیں، قادیانیوں کو شعائر اسلامی استعمال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ قرآن پاک کی بے حرمتی کسی صورت قبول نہیں، سویڈن میں حکومت کی سکیورٹی میں قرآن پاک کی توہین کر کے ایک مرتبہ پھر عالم اسلام کے جذبات کو مجروح کیا ہے، سویڈن سے تعلقات منقطع کیے جائیں اور سویڈن کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے۔ قادیانی اور ان کے پشتی بان 1973ء کے دستور کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا نے کہا کہ اندرون ملک وبیرون ممالک کی کئی عدالتوں نے قادیانیت کے کفر پر مہر ثبت کر دی ہے قادیانیت اپنے منطقی انجام کو پہنچنے والی ہے، قادیانی فتنے کا خاتمہ قریب ہے، ایک وقت آئے گا کہ تلاش کرنے کے باوجود اس دھرتی پر ایک بھی قادیانی نہیں ملے گا۔ شیخ نعیم بادشاہ نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کا دفاع کرنے والے ہر وقت اسلام کی افضل ترین عبادت میں مصروف ہیں۔ مولانا غلام حسین نعیمی نے کہا کہ قادیانیت کا فتنہ یورپی ممالک کا تربیت یافتہ، اسرائیل کا ایجنٹ اور صہیونی قوتوں کے مفادات کے لئے پیدا کیا گیا ہے، محمد شوکت نے کہا کہ قادیانیت کا وجود ملت اسلامیہ کے لئے ناسور اور اسلام وایمان کے لئے زہر قاتل ہے۔ مولانا عزیز الرحمن ثانی نے کہا کہ حرمت رسول اور حرمت قرآن کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دینا دنیوی واخروی نجات کا سبب اور ذریعہ ہے۔ مولانا عبدالنعیم نے کہا کہ شہداء ختم نبوت نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے ہمیشہ گلشن رسالت کی آبیاری اور ناموس رسالت کے چراغ کو روشن کیا ہے۔

اجلاس مجلس منتظمہ

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس منتظمہ (عاملہ) کا اجلاس ۸؍جولائی ۲۰۲۳ء دفتر مرکزیہ ملتان میں منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت امیر محترم حضرت اقدس مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی دامت برکاتہم نے کی۔ تلاوت کی سعادت محمد اسماعیل شجاع آبادی نے حاصل کی۔

اجلاس میں مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، مولانا اللہ وسایا، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا مفتی محمد راشد مدنی، مولانا حافظ محمد انس اور راقم الحروف نے شرکت کی۔

اجلاس میں سویڈن میں قرآن پاک نذر آتش کرنے کی پُرزور مذمت کی گئی اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ او آئی سی کا اجلاس فوری طور پر بلا کر سویڈن گورنمنٹ کو سخت تنبیہ کی جائے اور عالم اسلام کے حکمران سویڈن کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کریں اور سویڈن کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں۔

اجلاس میں مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے عاملہ کو رپورٹ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ چناب نگر میں فلٹر پلانٹ نصب کر دیا گیا ہے اور اس کی کچھ ٹونٹیاں باہر کی طرف نصب کی گئی ہیں تاکہ اہالیان مسلم کالونی اور دیگر بھی صاف ستھرا پانی استعمال کر سکیں۔ ایسے ہی عنقریب ملتان میں فلٹر پلانٹ نصب ہوگا، مسلم کالونی چناب نگر میں مدرسہ ختم نبوت کے قدیم حصہ میں شرکائے کانفرنس کے لئے مزید کافی تعداد میں نئے بیت الخلاء تعمیر کر دیئے گئے ہیں۔ چند کمرہ جات اور بھی بنا دیئے گئے وسیع و عریض دارالقرآن، دفتر کے لئے کمرے پایۂ تکمیل تک پہنچنے والے ہیں اور تمام کمرہ جات پر لنٹر ڈال دیا گیا ہے، کمرہ جات کی اینٹیں جدید عمارت کی بنیادوں میں استعمال کی جا چکی ہیں اور گاڈر، ٹی آرن ٹرک کے ذریعہ گدُپور مظفر گڑھ میں ہونے والی تعمیرات کے لئے بھجوا دیئے گئے ہیں۔

گدُپور میں گزشتہ سیلاب کے دنوں میں قادیانیوں نے مالی امداد کے بہانے این جی اوز کی صورت میں پَر پُرزے نکالے اور اسکول قائم کیا۔ مجلس نے وسیع و عریض قطعۂ اراضی خرید کر کے وہاں مسجد، مدرسہ اور اسکول کی بنیاد رکھ دی ہے۔ مسجد اور مدرسہ اور اسکول کے کمرہ جات تعمیر کے آخری مراحل میں ہیں۔

گوادر میں بھی جامع مسجد خاتم النبیین، مدرسہ اور دفتر کی بنیاد رکھ دی گئی ہے اور مولانا مفتی عبدالغنی کی وہاں تشکیل کر دی گئی ہے۔

تھرپارکر میں بہت ہی پرانی خبر آئے دن سوشل میڈیا پر وائرل کر دی جاتی ہے جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ وہاں قادیانیت پر پُرزے نکال چکی ہے۔ اجلاس میں بتلایا گیا کہ یہ خبر بہت پرانی اور جھوٹی ہے۔ مجلس کے مبلغین تھرپارکر کے مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ کے لئے دن رات مصروف ہیں۔

اسلام کوٹ سندھ میں مسجد، مدرسہ اور دفتر کی تعمیر کے لئے زمین خرید لی ہے اور اس پر مناسب اور خوبصورت تعمیر کی اجازت دے دی گئی۔ عاملہ (منتظمہ) نے مبلغین کو ہدایت کی کہ جن دفاتر کے ساتھ فیملی کوارٹر نہیں ہیں، وہاں مبلغین کرام اپنے بچے نہ لے جائیں اور دفاتر خدام ختم نبوت کے لئے ہروقت کھلے رہیں۔

آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر ۲۶، ۲۷؍اکتوبر بروز جمعرات، جمعہ مسلم کالونی میں منعقد ہوگی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس ۶؍اگست ۲۰۲۳ء بروز اتوار دفتر مرکزیہ ملتان میں منعقد ہوگا۔ اجلاس امیر مرکزیہ دامت برکاتہم کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

☆☆ .... ☆☆

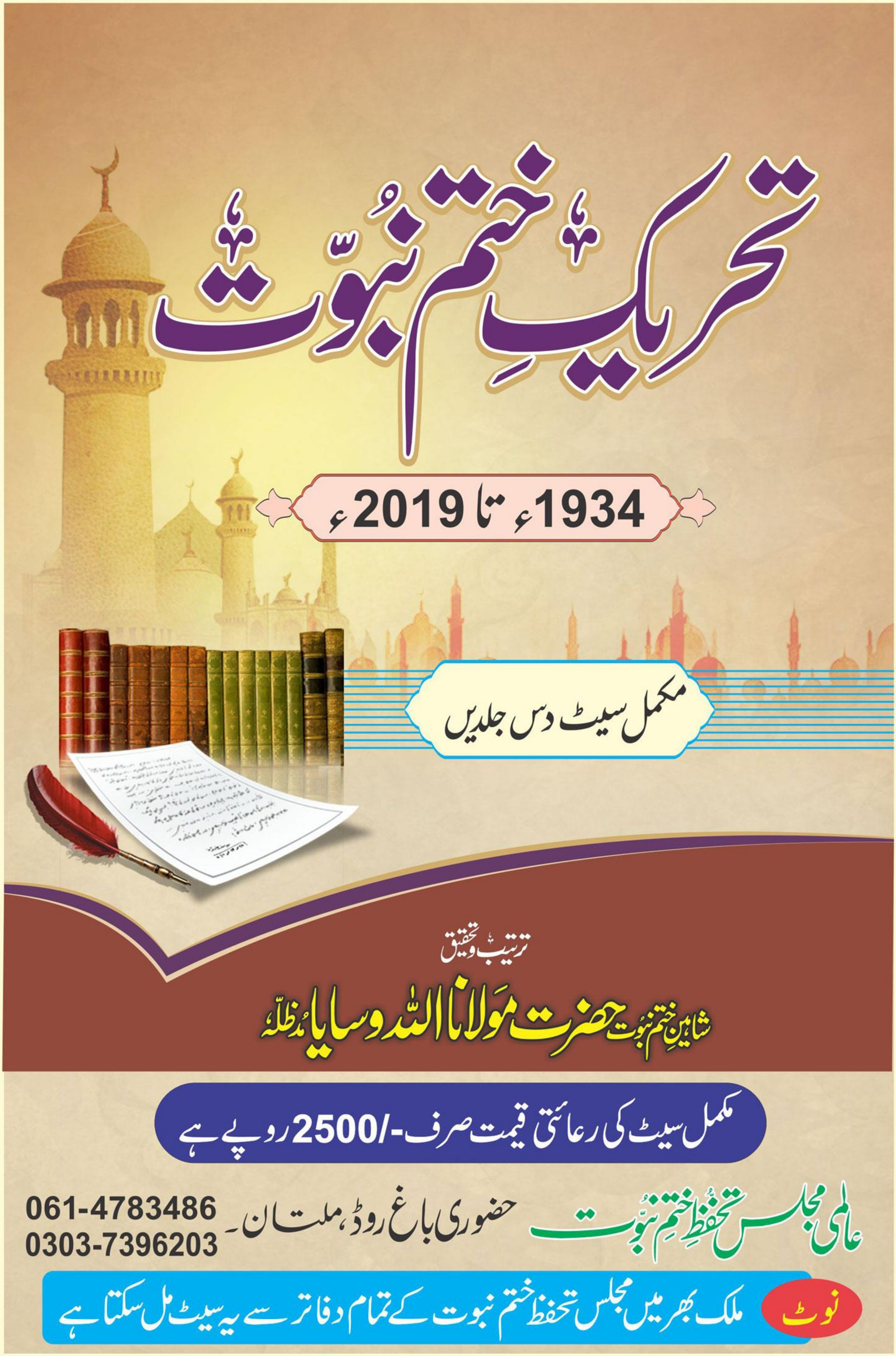
تحریکِ ختمِ نبوّت
1934ء تا 2019ء
مکمل سیٹ دس جلدیں
ترتیب وتحقیق
شاہینِ ختمِ نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مکمل سیٹ کی رعائتی قیمت صرف -/2500 روپے ہے
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت
حضوری باغ روڈ، ملتان۔
061-4783486
0303-7396203
نوٹ
ملک بھر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام دفاتر سے یہ سیٹ مل سکتا ہے